

کنز المدارس بورڈ کے نصاب میں شامل کتاب کا (AD کی مدد سے) سلیس
بامحاورہ لفظی ترجمہ مع حاشیہ حل (الحمد للہ عزوجل)



رسالة مختصرة في بيان عقائد أهل السنة والجماعة

إِجَابَةُ السَّائِلِينَ عَنْ

عَقَائِدِ الْمُسْلِمِينَ

WPS Office

پیش کردہ :- ٹیلی گرام چینل بنام :: درس نظامی کتب فقط

المؤلف:
الأستاذ افتخار أحمد العطاري الهذلي

قِسْمُ الْبَحْثِ وَالنَّظَرِ لِادَارَةِ كُنْزِ الْمَدَارِسِ

احبابہ السالکین آسان اردو ترجمہ مع حاشیہ حل ---

• یہ کتاب AI کی مدد سے ترجمہ کروایا گیا ہے ۔

• اعنلاط ممکن ہیں

• ترجمہ کسی لائن کا حذف اور رد و بدل ممکن ہے

• صفحات آگے پیچھے ہو سکتے ہیں

• اسکی اردو شرح pdf میں سب سے پہلے ہمارے ٹیلی گرام

چینل بنام :: درس نظامی فقط نے پیش کیا ہے

• مقصد پیش کرنے کا :: اسکی اردو شرح دستیاب نہیں تھی

مدرسین کی آسانی کے لئے ترجمہ کروایا گیا ہے

• حاشیہ کا ترجمہ بھی ساتھ ملایا گیا ہے تاکہ مدرس کے لئے

مزید آسانی ہو جائے

• ہمارے یوٹیوب چینل "درس نظامی" میں درسی کتب کے

لیکچرز اپلوڈ کیے جاچکے ہیں آج ہی ہمارا یوٹیوب چینل وزٹ

فرمائیں ۔ لنک اسی pdf میں موجود ہے

ص 80 پر ۔

• آل ورلڈ درس نظامی اساتذہ کرام و طلباء کرام وٹس ایپ

چینل کا لنک بھی دیا گیا ہے ۔

بِزَاکَ اللہ خیرا کثیرا

سوال: کیا یہ قول درست ہے کہ:
 "اگر نبی کریم ﷺ نہ ہوتے تو دنیا، جنت، دوزخ اور آسمان و
 زمین پیدا نہ کیے جاتے؟"
 جواب:

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قول درست اور سچا ہے،
 اور یہ کئی احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ امام دیلمی نے
 حضرت ابن عباسؓ سے ایک مرفوع حدیث روایت
 کی ہے، جس کے الفاظ ہیں:

جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا: اے محمد! اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو
 پیدا نہ کرتا، اور اگر آپ نہ ہوتے تو دوزخ کو بھی پیدا نہ
 کرتا۔

مزید تفصیل:

1. محمد بن خلیل القارئ الطرابلسی الحنفی نے فرمایا: حدیث

"لولاک ما خلقت الجنة ولولاک ما خلقت النار" (اگر

آپ نہ ہوتے تو جنت و دوزخ پیدا نہ ہوتے) امام
 عاکر نے روایت کی ہے، اور ابن عاکر کے نزدیک یہ
 روایت موضوع (من گھڑت) نہیں ہے۔

2. علمائے دین نے اس حدیث پر کلام کیا ہے۔ بعض نے

اس کے مفہوم کی تائید کی ہے، جیسے کہ علاء الدین القاری
 نے فرمایا:

یہ حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے، لیکن
 معنی کے لحاظ سے درست ہے۔

3. امام ملا علی قاری، امام صعنانی، اور دیگر محدثین نے اس

حدیث کو "موضوع" (من گھڑت) قرار دیا، لیکن

اس کا مفہوم دین کے بنیادی عقائد سے متصادم نہیں۔

خلاصہ:

اگرچہ بعض محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف یا
 موضوع ہے، مگر کئی علمائے اس کے معنی کو درست مانا ہے۔

مطلب یہ کہ نبی کریم ﷺ کی ذات اللہ کی مخلوق میں
 سب سے افضل ہے، اور ان کی وجہ سے کائنات کی تخلیق
 ہوئی۔

سوال: کیا ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نور ہیں یا بشر؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا نور ہونا ظاہر ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"فد جاءكم من الله نور وكتاب مبين" (السائدہ: 15)
ترجمہ: "یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔"

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اس نور سے مراد خود رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

1. امام الغزالی فرماتے ہیں:

یہ کہنا درست ہے کہ: "اگر نبی ﷺ نہ ہوتے تو افلاک پیدا نہ ہوتے" کیونکہ آپ ﷺ ہی تمام مخلوق سے چنے گئے، اور آپ ﷺ ہی کامل و مکمل ہیں، آپ ﷺ ہی مقصودِ اصلی ہیں، اور آپ ﷺ ہی سب سے پہلے مخلوق ہیں، اور سب سے آخری بھی۔

2. علماء الدین القاری فرماتے ہیں:

"یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے افلاک کو نبی کریم ﷺ کی خاطر پیدا کیا، درست ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو افلاک بھی نہ ہوتے۔"

3. امام رازی فرماتے ہیں:

"اگر نبی ﷺ نہ ہوتے تو نہ جنت ہوتی، نہ دوزخ، اور نہ ہی آسمان و زمین۔"

4. امام احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں:

یہ آیت "فد جاءكم من الله نور" اس بات پر واضح دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نور ہیں، اور یہ قول کسی صورت کفر نہیں۔

5. امام الحاج المالکی فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نہ صرف بشر ہیں، بلکہ بشر سے بھی افضل ہیں، اور آپ ﷺ کی حقیقت بشریت سے ماورا ہے۔

یہ آیت "قد جاءكم من الله نور..." صریح دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نور ہیں۔ یہ کہنا کہ آپ ﷺ نور ہیں، ہرگز کفر نہیں، بلکہ عین ایمان ہے۔

5) امام الحاج الماکیؒ (م 1277ھ) فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ بشر ہونے کے باوجود، اعلیٰ ترین بشر ہیں، بلکہ حقیقت میں نور ہیں۔ اگرچہ آپ ﷺ بشر ہیں، مگر ایسے بشر جو نور کے پیکر میں ہیں۔

6) امام احمد رضا خانؒ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ ظاہری لحاظ سے بشر ہیں، لیکن حقیقت میں آپ ﷺ نور ہیں، اور آپ ﷺ ہی سب سے اعلیٰ و افضل مخلوق ہیں۔

اگر آپ اگلے صفحے یا کسی اور اقتباس کا بھی ترجمہ چاہتے ہیں تو ضرور بتائیں۔

سوال 3: کیا نبی کریم ﷺ اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں؟ اور اس زندگی کا ہماری دنیاوی زندگی پر کیا اثر ہے؟

جواب:

انبیاء علیہم السلام کی موت کے بعد بھی اُن کی حیات (زندگی) حق ہے، اور یہ بات قرآنِ کریم، صحیح احادیث اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اور جو شخص اللہ کے راستے میں مارا جائے، اُسے مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں شعور نہیں" (سورة البقرة: 154)

یہ آیت ان تمام شہداء اور انبیاء علیہم السلام کی زندگی کو ظاہر کرتی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حیات عام انسانوں کی طرح نہیں، بلکہ مخصوص اور خاص قسم کی ہے۔

علمائے اس پر اتفاق کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں، اور آپ ﷺ کی یہ حیات دنیاوی و اخروی برکات کا ذریعہ ہے، جیسا کہ معراج کی رات میں نبی کریم ﷺ کا تمام انبیاء کی امامت فرمانا اس کا ثبوت ہے۔

مزید وضاحت:

علمائے صراحت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات جسمانی طور پر ہوئی، لیکن آپ ﷺ کی روح مبارک کو جسم کے ساتھ واپس کر دیا گیا، اور آپ ﷺ اپنی قبر میں اسی طرح زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے۔

امام بیہقی نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔

امام قسطلانی نے لکھا: نبی کریم ﷺ قبر میں زندہ ہیں، روزانہ



مزید وضاحت:

علمائے صراحت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات جسمانی طور پر ہوئی، لیکن آپ ﷺ کی روح مبارک کو جسم کے ساتھ واپس کر دیا گیا، اور آپ ﷺ اپنی قبر میں اسی طرح زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے۔

امام بیہقی نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔

امام قسطلانی نے لکھا: نبی کریم ﷺ قبر میں زندہ ہیں، روزانہ آپ ﷺ پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں، اور آپ ﷺ اپنی امت کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

امام سبکی، علامہ سیوطی اور کئی دیگر اکابر علمائے بھی یہی بات فرمائی۔

احادیث مبارکہ سے دلائل:

1. صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے:
"نبی کریم ﷺ کو معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے جایا گیا، وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔"

2. حضرت انسؓ سے ایک اور روایت ہے: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، اور نماز پڑھتے ہیں۔"

3. حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک میں حقیقی زندگی

بے شک نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، اپنی روح اور جسم کے ساتھ۔
آپ ﷺ اپنے رب کی عبادت فرماتے ہیں، سلام کا جواب دیتے ہیں، اپنی امت کے لیے شفاعت کرتے ہیں، دعا کرتے ہیں، اور ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

جیسا کہ صادق مصدوق ﷺ نے خود اس کی خبر دی ہے، اور اس بارے میں علماء و سلف (پہلے علماء) کے اقوال اور دلائل بھی بہت زیادہ ہیں، جنہیں شمار کرنا مشکل ہے۔

(1) حضرت نبی کریم ﷺ کا فرمان:

"اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔"
(یعنی: ان کے اجسام کو مٹی نہیں کھاتی، بلکہ وہ محفوظ رہتے ہیں۔)

(2) متاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک سے ان کی خوشبو آتی ہے، اور برکت ظاہر ہوتی ہے، اور ان کے چہرہ انور کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔"

(3) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، اگر وہ اچھے ہوں تو میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، اور اگر وہ برے ہوں تو تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔"

کیا نبی کریم ﷺ کی آنکھ کھلی حالت (بیداری) میں وفات کے بعد زیارت ممکن ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب:

جی ہاں! نبی کریم ﷺ کی بیداری میں زیارت وفات کے بعد بعض صالحین کے لیے ممکن ہے۔ یہ امر واقع (یعنی حقیقت میں پیش آیا) ہے، اور نہ اس میں کوئی عفتی رکاوٹ ہے، نہ شرعی طور پر کوئی ممانعت۔

دلائل اور وضاحت:

علماء نے کہا ہے کہ بعض اولیاء اللہ نے نبی کریم ﷺ کی زیارت بیداری کی حالت میں کی ہے، اور اس سے فائدہ حاصل کیا ہے، لہذا:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:
"حیاتِ انبیاء علیہم السلام پر سب کا اتفاق ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ان کی زندگی جسمانی اور روحانی دونوں حیثیتوں سے حقیقی ہے، جیسا کہ شہداء کی زندگی ہے۔"

محمد بن علی المالکی فرماتے ہیں:
"جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ برزخی زندگی ایک حقیقی زندگی ہے، اور مردہ سنتا ہے، جواب دیتا ہے، رزق پاتا ہے، اور ارواح جنت میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں۔"

مزید فرمایا:
"اہل سنت کے جمہور (اکثر) علماء کا صحیح اور معتبر قول یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔"

اہم نکتہ:

نبی کریم ﷺ کی برزخی زندگی کو سمجھنے کے لیے دنیا کی محدود سوچ کافی نہیں، بلکہ یہ ایک برتر، مکمل اور عطائی زندگی ہے۔ جیسے کچھ لوگ دنیا میں جسمانی طور پر زندہ ہوتے ہیں، ویسے ہی انبیاء قبروں میں ایک اعلیٰ درجہ کی حقیقی زندگی رکھتے ہیں۔

دلیل:

حدیث مبارکہ میں ہے:
"اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔"
اس سے معلوم ہوا کہ ان کا جسم مبارک بھی محفوظ ہے اور روحانی زندگی بھی جاری ہے۔

مزید اقوال:

بعض اہل کشف (روحانی تجربہ رکھنے والے اولیاء) نے بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی خبر دی ہے، اور اس پر احادیث و آثار بھی دلالت کرتے ہیں۔

امام سبکی فرماتے ہیں:

"جو نبی کریم ﷺ کی حیات کو نہیں مانتا، وہ فرشتوں کی حیات سے بھی انکار کرے گا۔ حالانکہ وہ موجود اور کام کر رہے ہیں، حالانکہ ہم انہیں دیکھتے نہیں۔"

امام بیہقی، امام سیوطی، اور کئی دیگر اکابر علماء نے نبی کریم ﷺ کی بیداری میں زیارت اور برزخی زندگی کو ثابت کیا ہے۔

سوال 5:

امتِ مسلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلادِ شریف (یعنی ولادتِ مبارکہ) کا جشن مناتی ہے، اور کچھ لوگ اسے بدعت کہہ کر اعتراض کرتے ہیں۔ تو اس کا اصل حکم اور حقیقت کیا ہے؟

جواب:

تمام اسلامی ممالک، شہروں، اور علاقوں میں اہل اسلام نبی کریم ﷺ کی ولادتِ مبارکہ پر جشن مناتے چلے آ رہے ہیں، اور اس کی اصل قرآن سے ثابت ہے۔

تفصیل:

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت ہے: "جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اُس نے حقیقت میں ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔"

(یعنی نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت بھی سچی ہوتی ہے، اور بیداری میں بھی ممکن ہے۔)

امام حبزری نے نقل کیا:

"اہل اسلام نبی کریم ﷺ کی ولادت کے مہینے میں خوشی کا اظہار کرتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں، مساکین کو کھانا کھلاتے ہیں، اور خوشی کے دیگر کام کرتے ہیں۔"

یہ سب نبی کریم ﷺ کی ولادت کے شکرانے کے طور پر ہوتا ہے۔

اور ان کاموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے محبت رکھتے ہیں، اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرماتا ہے۔"

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
 "نبی کریم ﷺ کی ولادت کی رات کو خوشی منانا، صدقات
 دینا، ذکر کرنا، اور نبی ﷺ کی سیرت بیان کرنا۔ یہ سب
 جائز، بلکہ نیک عمل ہے۔
 یہ سب اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی صورت ہے، اور
 اس پر ثواب بھی ملے گا۔"

شیخ عمر بن محمد ملا (صالح علماء میں سے):

انہوں نے موصل میں سب سے پہلے میلاد منایا، اور اس
 کے بعد سلطان اربل "الملک المظفر" نے بہت شان سے میلاد
 منایا، اور بڑے علماء و فقہاء نے اس کی تائید کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

"قل بفضل اللہ وبرحمته فبذلك فليفرحوا، هو خير مما يجمعون"
 (یونس: 58)

ترجمہ: "کہہ دو! اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی لوگوں
 کو خوش ہونا چاہیے، وہ اس مال و دولت سے بہتر ہے جو وہ جمع
 کرتے ہیں۔"

مفسرین کا کہنا ہے:

اللہ کا فضل: مترآن

اور اللہ کی رحمت: نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔

(جیسا کہ آیت میں فرمایا:

وما أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

(الانبیاء: 107)

اور فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ

(التوبہ: 128)

اگرچہ میلاد النبی ﷺ کے جشن کا براہِ راست حکم شریعت میں مذکور نہیں، لیکن شریعت نے اس کی ممانعت بھی نہیں کی۔

اور نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کا جشن مختلف زمانوں میں مختلف شکلوں میں منایا جاتا رہا، جیسے:

روزہ رکھنا،

صدقہ دینا،

کھانا کھلانا،

ذکر و درود کی محفل منعقد کرنا،

یا نبی کریم ﷺ کی سیرت و ولادت کا تذکرہ کرنا۔

یہ سب امور جائز اور مشروع ہیں، بلکہ بعض حالات میں مستحب بھی ہو سکتے ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا دنیا میں تشریف لانا ایسی نعمت ہے جس پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔ اسی شکرانے کے طور پر میلاد منایا جاتا ہے، اور اس میں کھانے کھلانا، ذکر و درود، خوشی ظاہر کرنا وغیرہ شامل ہے۔

علامہ سخاوی فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کی ولادت پر خوشی منانے کے بارے میں بڑے بڑے علما نے کثرت سے تصریحات فرمائی ہیں، جن میں شامل ہیں:

*حافظ ابن حجر،

حافظ قسطلانی،

حافظ سخاوی،

ابن حجر ہیتمی،

فتاویٰ عیاض،

امام سیوطی،

شیخ عبدالرحمن بن اسماعیل دمشقی،

امام سراج الدین بلقینی،

شیخ محمد بن علوی مالکی،

علامہ زرقانی،

امام ابن حجر مکی،

شیخ علی قاری،

اور دیگر کئی علماء رحمہم اللہ اجمعین۔ *

علامہ ابن الحبزری رحمہ اللہ سے منقول ہے:
"جو شخص نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں خرچ کرتا ہے، وہ
جنت میں نبی ﷺ کے ساتھ ہوگا۔"

حافظ شمس الدین حبزری نے فرمایا:
"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر پیر کو میری پیدائش کی خوشی
میں روزہ رکھتا ہوں۔
اس سے معلوم ہوا کہ خوشی کے اظہار کے لیے عبادت کرنا
سنت ہے۔"

خلاصہ:
میلاد النبی ﷺ کا منانا نبی کریم ﷺ کی ولادت پر شکر کا
اظہار ہے، جو جائز، مستحب اور باعثِ ثواب ہے، اور بہت
سے علمائے کرام نے اس کی بھرپور تائید فرمائی ہے۔

اگر آپ اگلے صفحات کا بھی ترجمہ چاہتے ہیں تو ضرور
بتائیں۔

نبی کریم ﷺ کے میلادِ مبارک کا جشن ابتدائی صدیوں میں اُس ہیئت کے ساتھ نہیں منایا گیا جیسا کہ آج کے دور میں رائج ہے۔ لیکن محض کسی عمل کا اُس دور میں نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ شریعت میں ممنوع ہے۔ جیسے کہ موجودہ دور کے مصاحف (مترآن کے نسخے) متروکِ اولیٰ میں موجود نہیں تھے، لیکن یہ عمل شریعت کے خلاف نہیں۔

اسی طرح آج کل کے زمانے میں کئی ایسے امور رائج ہیں جو ابتدائی صدیوں میں نہیں تھے، جیسے:
اعراب (زیر، زبر، پیش)،
رموز،

آیات کی گنتی،
پاروں کی تقسیم،
رکوعات،
وغیرہ۔

یہ سب نئی چیزیں ہیں، مگر شریعت کے خلاف نہیں۔ اسی طرح "نماز تراویح" کی باجماعت ادائیگی نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تسلسل سے نہیں تھی، لیکن بعد میں اسے اختیار کیا گیا۔

لہذا بعض علماء کا میلاد النبی ﷺ کے جشن پر اعتراض کرنا اگر اس بنیاد پر ہو کہ یہ ابتدا میں نہیں ہوتا، تو یہ اعتراض درست نہیں۔

البتہ اگر میلاد کے نام پر کسی تقریب میں غیر شرعی کام ہوں،
گانے بجانے،
لہو و لعب،

یا مرد و عورت کا اختلاط ہو تو ہم بھی اس طرح کی محفلوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن میلاد منانے کی اصل کو رد کرنا درست نہیں۔

کیا اللہ پاک کا فرمان: "اگر وہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر آپ کے پاس آجائیں اور اللہ سے معافی مانگیں، اور رسول بھی ان کے لیے بخشش طلب کرے، تو وہ اللہ کو بخشنے والا، مہربان پائیں گے" (النساء: 64) قیامت تک کے لیے ہے؟

جواب:

جی ہاں، اگر ایک کافر جس نے فتر آن کو چلایا اور نبی ﷺ کی ولادت کی رات کو خوشی سے آزاد کر دیا، تو اسے اس عمل کی برکت سے عذاب میں تخفیف مل سکتی ہے، تو وہ مسلمان جو محبتِ رسول ﷺ میں خوشی مناتا ہے، اس سے بلند اجر کی امید کیوں نہ کی جائے؟

امام بخاری نے یہ واقعہ ذکر کیا کہ ابو لہب کو ہر پیر کی رات اپنے غلام ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے عذاب میں کمی دی جاتی ہے۔

حاصل:

یہ سب باتیں میلاد کی اصل کو ثابت کرتی ہیں۔ یہ بھی واضح ہے کہ میلاد میں اگر گناہوں، بدعات یا منکرات سے پاک عمل کیا جائے، جیسے:

* فتر آن پڑھنا،

ذکر و درود،

صدقہ،

یا کھانا کھانا*

تو یہ باعثِ ثواب ہے۔

اور یہی بات امام یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سبیل الہدی والرشاد میں بیان فرمائی ہے۔

سوال:

کیا دنیا کی زندگی سے انتقال کا حکم واضح ہے؟

جواب:

اس آیت کا حکم قیامت کے دن تک بلا شک و شبہ جاری ہے، اور نبی سب سے بڑا واسطہ ہیں خدا کے بندوں تک پہنچنے کا۔

اللہ تعالیٰ نے آخرت میں رحم کا اندازہ فترآن میں بھی بیان کیا ہے، اس لیے یہ آیت قطعی معنی میں محدود نہیں بلکہ دنیوی زندگی میں بھی اس کا اطلاق ہے۔

فترآن ہمیشہ لفظ کے عام معنی میں آتا ہے، اس صورت میں "سبب" (وجہ) کی مخصوصیت نہیں، اور نبی کی زندگی کو دلیل کی اساس سمجھنا ضروری نہیں، کیونکہ اصل دلیل اللہ کی ذات ہے۔

یہی مسئلہ فقہاء نے بھی اسی طرح سمجھا ہے، اور اس آیت سے حضرت نبی کی قبر کی زیارت کے جواب کا مفہوم بھی ملتا ہے۔

نیچے اضافی توضیح ہے:

1. حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی کثرت ذکر کے ساتھ وضاحت کی کہ شیخ ابو النصر الصابغ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ سے دعا کے واسطے سے اللہ سے مدد مانگی گئی۔

2. فقہانے زیارت قبر نبی ﷺ کے آداب بیان کیے اور دعاؤں کے بارے میں فرمایا کہ آدمی نبی کی قبر پر کھڑا ہو کر اللہ سے دعا کرے جو آیت میں ہے "ولو أنهم إذ جاءوا..."

سوال: کیا دنیا کی زندگی سے انتقال کا حکم ہے؟

جواب:

اس آیت کا حکم بلاشبہ قیامت کے دن تک ہے، کیونکہ نبی ﷺ سب سے بڑا واسطہ اور سبیل ہیں خدا کے بندوں تک پہنچنے کا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس آیت کا مطلب محدود نہیں کیا کیونکہ یہ آیت مطلق ہے، اور دنیاوی زندگی کے لیے بھی اس کا اطلاق ہے، نہ کہ صرف آخرت کے لیے۔ مترآن عمومی الفاظ میں نازل ہوتا ہے، اس لیے اس آیت کو صرف ایک مخصوص سبب کے لیے محدود کرنا درست نہیں ہے۔ اس آیت کی دلیل کو زائل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اصل دلیل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ فقہانے بھی اسی طرح اس آیت کی استدلال کی ہے، اور اسے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے جواب کے طور پر سمجھا گیا ہے۔

تفصیل:

1. حافظ ابن کثیر نے اس آیت کا بہت ذکر کیا ہے اور شیخ ابو النصر الصابغ نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: "یا رسول اللہ! ہمیں اللہ سے مدد دے۔" پھر نبی ﷺ نے دعا کی۔ اس واقعہ کی تشریح مترآن مجید کے اس آیت کے ساتھ کی گئی ہے:

"اور اگر تم لوگ کہتے کہ ہم تو اللہ سے مدد مانگو گے تو وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا..."

(یہاں ایک عربی شعر بھی ہے جو کہتا ہے کہ واقعہ کی برکت اور نیکی کا اندازہ ظاہر کرتا ہے)

2. فقہانے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے آداب بیان کیے ہیں، کہ جب کوئی نبی ﷺ کی قبر کے پاس کھڑا ہوتا ہے تو دعا کرتا ہے اور آیت کی تلاوت کرتا ہے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ..." (آیت کی عبارت)

طلب کی، تو وہ ہماری دعائیں قبول فرمائیں۔" نبی ﷺ نے
بھی دعا کی اور فرمایا:

"اور اگر وہ (کفار) کہتے کہ ہم نے اللہ سے مدد طلب کی تو ہم نے ان
کے لیے رسول اللہ ﷺ کو واسطہ بنایا..." (مترآن، النساء: 64)۔

یہاں ایک عربی شعر بھی ذکر ہوا ہے جس میں کہا گیا:
"اے اے غمگین! حق سچ ہے، اللہ نے معافی دی۔"

2. فقہانے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے آداب بیان
کیے ہیں، اور فرمایا کہ جب کوئی نبی ﷺ کی قبر کے پاس
کھڑا ہوتا ہے تو دعا کرتا ہے، جیسا کہ آیت میں آیا
ہے:

"اللہ کے حضور دعا کرو جیسے کہ آپ نے فرمایا..."

صفحہ 25 کا اگلا حصہ:

امام الغزالی نے بھی اس مسئلے پر اپنی کتاب 'الاحیاء' میں
روشنی ڈالی ہے، اور امیر المومنین ابو جعفر المنصور نے امام
مالک سے سوال کیا۔ امام مالک کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کے
حضور حاضر ہو اور استغفار کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ واسطہ ہیں جن
کے ذریعے اللہ کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔"

انہوں نے فرمایا:

"اگر وہ کہتے کہ ان کے لیے رسول اللہ ﷺ واسطہ ہیں تو ہم بھی اللہ
سے دعا کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔" (النساء: 64)

یہ آیت اور حدیث بتاتی ہے کہ نبی ﷺ کے وسیلے سے
اللہ کی رحمت اور مدد طلب کی جاتی ہے۔

امام النووی نے بھی نبی ﷺ کی زیارت اور ان کے وسیلے سے دعا
کرنے کے آداب بیان کیے ہیں، اور کہا ہے کہ نبی ﷺ کے
وسیلے سے دعا کرنا شریعت میں جائز اور مستحب ہے۔

نیک اعمال اور مقدس ہستیوں کے وسیلے سے (دعا کرنا) ہر قسم کی برائی سے بہتر ہے،
اور یہ قرآن و سنت اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہے۔
اللہ تعالیٰ نے خود اپنے پاک کلام میں "وسیلہ" کا ذکر دو مواقع پر فرمایا:

پہلا مقام یہ ہے:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلَسَعُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ}
(سورہ المائدہ: 35)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔"

دوسرا مقام:

{أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَنْتَعُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ الَّتِي أَقْرَبُ}
(سورہ الاسراء: 57)

"یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ قریب ہے۔"

ان دونوں آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دعا میں وسیلہ جائز ہے،

اور اس بارے میں متعدد احادیث آئی ہیں جن میں صالحین اور نیک لوگوں کے وسیلے کا ذکر ہے۔

ان میں سے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں ایک نابینا شخص کا واقعہ مذکور ہے۔

"جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر دعا کی، تو فرمایا: اے اللہ! ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیرے حضور وسیلہ بناتے تھے، اب ہم تیرے حضور اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، پس ہمیں بارش عطا فرما، چنانچہ بارش نازل ہوئی۔"
(صحیح بخاری)

اور سلف صالحین کے اقوال میں جواز (جائز ہونے) کی کثرت ہے اور استجاب (قبولیت) کی بھی۔

(1) وہ حدیث جس میں نابینا صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا سکھائی کہ وہ یوں عرض کرے:
"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے، جو نبی رحمت ہیں۔ اے محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں کہ وہ میری حاجت پوری کرے، اے اللہ! تو ان کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔"
روایت میں ہے: "تو وہ شخص ٹھیک ہو گیا اور بینا ہو گیا۔"
(ترمذی، صحیح)

(2) حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جب ایک آدمی کو حاجت درپیش تھی، تو انہوں نے اسے یہی دعا پڑھنے کا طریقہ سکھایا اور وہ حاجت پوری ہوئی۔

(3) حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی:

"اے اللہ! ہم تیرے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرتے تھے، تو ہمیں سیراب فرما دیتا تھا، اور اب ہم تیرے نبی کے چچا کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں۔"

لے وسیلے سے، جو بی رحمت ہیں۔ اے مسد! میں اپنے لیے
وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں کہ وہ میری
حاجت پوری کرے، اے اللہ! تو ان کے حق میں میری
شفاعت قبول فرما۔"
روایت میں ہے: "تو وہ شخص ٹھیک ہو گیا اور بینا ہو گیا۔"
(ترمذی، صحیح)

(2) حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جب ایک
آدمی کو حاجت درپیش تھی، تو انہوں نے اسے یہی دعا پڑھنے کا
طریقہ سکھایا اور وہ حاجت پوری ہوئی۔

(3) حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی:

"اے اللہ! ہم تیرے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے وسیلے سے دعا کرتے تھے، تو ہمیں سیراب فرما دیتا
تھا، اور اب ہم تیرے نبی کے چپا کے وسیلے سے دعا کرتے
ہیں۔"

(4) امام طبری، امام بیہقی، امام قسطلانی، امام سبکی، امام سمعانی، امام
نووی، امام ابن حجر، امام سیوطی، امام ذہبی رحمہم اللہ اجمعین نے
اس حدیث سے وسیلہ لینے کو جائز قرار دیا ہے۔

(5) امام سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی توسل جائز ہے اور بہتر ہے، اور
استغاثہ (مدد طلب کرنا) اور استشفاء (شفاء طلب کرنا) بھی جائز
ہے۔

یہ ترجمہ صفحے کے اصل عربی متن کا لفظی اور واضح مفہوم
ہے۔ اگر آپ مزید صفحات کا ترجمہ چاہتے ہیں تو ضرور
بھیجیں۔

عربی متن:

"والتحرك والاستعداد والاستعانة كلها نوع من التوسل إلى الله."
ترجمہ:

حرکت، تیاری، اور مدد طلب کرنا۔ یہ سب اللہ کی طرف توسل کی ایک قسم ہیں۔

عربی متن:

"بالنبي صلى الله عليه وآله وسلم إلى ربه سبحانه وتعالى، وجواز ذلك وحسنه من الأمور المعلومة لكل ذي دين ومعرفته من فضل الأنبياء والمرسلين، وسير السلف الصالحين، والعلماء، وعموم المسلمين، لم ينكر أحد ذلك من أهل الأديان، ولا سمع به في زمن من الأزمنة، حتى جاء ابن تيمية، فتكلم في ذلك بكلامٍ يُنبئ عن ضعف البصيرة، وابتداع ما لم يسبق إليه في سائر الأعصار."

ترجمہ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اپنے رب سبحانه وتعالیٰ کی طرف توسل کرنا، یہ جائز ہے اور نیک ہے، اور یہ بات ہر صاحب دین و معرفت کے نزدیک انبیاء و مرسلین، صالحین، علماء اور عام مسلمانوں کے عمل سے ثابت ہے۔

کسی بھی دین والے نے اس کا انکار نہیں کیا، اور نہ ہی کسی زمانے میں اس کا انکار سنا گیا، یہاں تک کہ ابن تیمیہ آیا، اور اس مسئلے میں ایسی باتیں کیں جو بصیرت کی کمزوری اور ایسا نیا نظریہ ظاہر کرتی ہیں جس میں وہ اپنے وقت کے لوگوں سے سبقت لے گیا۔

میں ترجمہ کر سکتا ہوں، اور بالکل آپ کی نشاندہی درست ہے۔
 — شروع کی دو سطور چھوٹ گئی تھیں۔ لیجیے، وہ دونوں سطور کا لفظی
 اردو ترجمہ حاضر ہے:

عربی متن:

"كشَفَ اللهُ عَنْ بَصَرِهِ، حِينَ مَا أَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَدْعُوَ بِوَسِيلَةِ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمِنْهَا مَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ: «أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ إِذَا قَطَعُوا،
 اسْتَشْفَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمَطْلِبِ فَيَسْقُونَ»."

لفظی اردو ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے اُس (اندھے) کی بینائی واپس کر دی، جب رسول
 اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اُسے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے وسیلے سے دعا کرنے کا حکم دیا۔
 اور اسی معنی میں بخاری شریف کی یہ روایت بھی ہے:
 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب قحط پڑتا، تو
 حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے
 سے بارش کی دعا کرتے اور بارش نازل ہوتی۔

اگر آپ کو پورے صفحے کا دوبارہ مکمل ترجمہ درکار ہو، تو بتادیں،
 میں فوراہم کر دیتا ہوں۔

"لقد نصّ أئمة المذاهب الأربعة، وعلماء المسلمين عبر العصور على مشروعية التوسل بالأنبياء، والصالحين، وعدّوه من المستحبات الشرعية، ورأوه أنه يُقرّب إلى الله، ويُعزّم بها ذكر أسمائهم، فقط ولا يُشرع عبادتهم، حبرياً على فهم العلامة السيد الشريف البحراني الحنفي في حاشيته على شرح المطالع، والعلامة ابن عابدين الحنفي في منخ الخالق، وعلامة زمانه المحدث عثمان بن مرزوق الزبيدي، والشيخ أحمد بن الصديق الغماري بأهل الطبقة، وبدر الدين الحسني الدمشقي في تصحيح البحراني، والإمام المحدث أحمد رضا البريلوي، والإمام القسري الماسكي في "التذكرة"، والإمام ابن الحاج الماسكي في "المدخل"، والخطيب البغدادي في "تاريخ بغداد"، والإمام النووي الشافعي في "الأذكار"، والإمام ابن الحزري الشافعي في "الحصن الحصين"، والشهاب الرطبي الشافعي في "فتاويه"، وغيرهم من العلماء."

ترجمہ:

چاروں فقہی مذاہب کے اماموں اور امت مسلمہ کے علمائے کرام نے ہر دور میں انبیاء، صالحین کے ذریعے توسل کو حائزِ قرار دیا ہے، اور اسے شرعی مستحبات میں سے شمار کیا ہے، اور ان کا یہ ماننا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والی چیز ہے، اور اس میں صرف ان کے اسمائے گرامی کا ذکر ہوتا ہے، نہ کہ عبادت۔

اسی راہ پر چلے: علامہ سید شریف بحرانی حنفی (شرح المطالع کی حاشیہ میں)،

علامہ ابن عابدين حنفی (منخ الخالق میں)،

اپنے زمانے کے محدث عثمان بن مرزوق الزبيدي،

شيخ احمد بن الصديق الغماري،

بدرالدين حسني دمشقي (تصحیح بحناری میں)،

عربی متن:

"ولم يُعرف التَّوَسُّلُ في مسألة التَّوَسُّلِ بين التَّفْصِيلِ والإِبَاحَةِ "للوسيلة" للعلاية محمد عبد الباري الأهدل، والشيخ أحمد زيني دحلان، والشيخ توحيد الكردي، و"أحسن الدعاء وآداب الدعاء" للإمام تقي علي حنان بن حامد، والإمام أحمد رضا حنان باسم "فيض الدمع لأحسن الوري"، و"التَّوَسُّلُ في حقيقة التَّوَسُّل" للشيخ عيسى بن عبد الله، وغيرهما من الكتّاب المصنفة في الباب."

ترجمہ:

مسئلہ توسل میں تفصیل اور جواز کی بات علامہ محمد عبد الباری اہدال،
شیخ احمد زینی دحلان،
شیخ توحید کردی،
اور امام تقی علی حنان بن حامد کی کتاب "أحسن الدعاء و
آداب الدعاء"،
اور امام احمد رضا حنان کی کتاب "فيض الدمع لأحسن الوري"،
اور شیخ عیسیٰ بن عبد اللہ کی کتاب "التَّوَسُّلُ في حقيقة
التَّوَسُّل"،
اور اس باب میں لکھی گئی دیگر کتابوں میں پائی جاتی ہے۔

حاشیہ (1):

"قال عالم الحجاز علي بن عبد الله السهودي (ت: 911 هـ): إذا
حُجَّزَ التَّوَسُّلُ بِالْأَعْمَالِ كما صحَّ في حديث العنار، وهو متفق عليه،
والسؤال بالنبي صلى الله عليه وسلم أولى وأرجى، ولا فخر في ذلك
بين التعبير بالتَّوَسُّلِ أو الاستعانة أو التَّشْفَعِ إلى الله تعالى به صلى الله عليه
وسلم في الحاجة."

ترجمہ:

عالم حجاز علی بن عبداللہ سمہودی (متوفی 911ھ) نے کہا:
 جب اعمالِ صالحہ کے ذریعے توسل جائز ہے، جیسا کہ
 غار والی حدیث میں صحیح ثابت ہے اور سب کا اس پر
 اتفاق ہے، تو نبی کریم ﷺ کے ذریعے سوال کرنا (توسل کرنا) زیادہ اولیٰ
 اور زیادہ امید رکھنے والا عمل ہے۔

اور اس میں کوئی منہر نہیں کہ اسے توسل، استعانت
 یا شفاعت کے الفاظ سے تعبیر کیا جائے، سب اللہ سے
 حاجت پوری کرنے کے لیے ہے۔

آخر کی لائن:

"و خلاصة الكلام السابق ما فتاه شيخ العلماء في مكة أحمد بن زيني
 دحلان المكي (ت: 1304 هـ)."۔

ترجمہ:

پچھلی ساری گفتگو کا خلاصہ وہی ہے جو مکہ مکرمہ کے شیخ
 العلماء احمد بن زینی دحلان مکی (متوفی 1304ھ) نے کہا۔

اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اس ترجمے کو عام فہم (بامحاورہ)
 انداز میں بھی پیش کر سکتا ہوں۔

اور جو کچھ بھی دنیا میں موجود ہے، وہ سب اسی وقت تک قائم ہے جب تک اللہ کا حکم آکر اسے ختم نہ کر دے۔

وَمَلِمَ حِينَمَا يَسْتَعِينُ وَاسْتَمَدَّ شَيْئاً مَخْلُوقاً مِنْ حَلْقِ اللَّهِ فَإِنَّمَا يَسْتَعِينُ وَيَسْتَمَدُّ بَعْدَ إِيمَانِهِ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُسْتَعَانُ الْمَالِكُ الْخَالِقُ الْحَقِيقِيُّ،

ترجمہ:

پس جب مسلمان اللہ کی مخلوق سے مدد لیتا ہے یا مدد طلب کرتا ہے، تو یہ اس کے ایمان کے بعد ہوتا ہے کہ اللہ ہی اصل مالک، خالق اور مدد کرنے والا ہے۔

وهذا الذي استعان به هو سبب محض لا تأثير له في دفع ضررٍ أو جلب نفعٍ إلا بخلق الله،

ترجمہ:

اور جس سے اس نے مدد لی وہ محض ایک سبب ہے، جس کا نہ کوئی ضرر دور کرنے میں اور نہ نفع پہنچانے میں کوئی اثر ہے، مگر اللہ کے حکم سے۔

ولهذا إذا اتخذ المسلم دواءً لرفع آي مرضٍ يقول إنما الدواء سبب، فأفاد الدواء سبباً لأن المرض لا ينكره عاقل بعد ما يعتقده سبباً محضاً،

ترجمہ:

اسی لیے جب مسلمان کسی بیماری کے لیے دوا استعمال کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ دوا محض ایک سبب ہے، اور وہ نفع دیتی ہے بطور سبب، کیونکہ مرض کو کوئی عاقل انکار نہیں کرتا جب وہ اسے سبب محض مانتا ہے۔

فكذلك كما اتخذ مسلم سبباً من الأسباب المخلوقة واستعان واستمد...

ترجمہ:

پس اسی طرح جب کوئی مسلمان اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق میں سے کسی سبب کو اختیار کرتا ہے اور اس سے استعانت (مدد) یا استمداد (مدد طلب) کرتا ہے...

والحاصل:

نتیجہ یہ ہے کہ:

السؤال: ما حكم الاستعانة والاستمداد بعد الله واختيار الأسباب التي
بينها الله للخلق وما دلائلها؟

سوال: اللہ کے بعد مدد مانگنے اور مدد حاصل کرنے کا کیا حکم
ہے؟ اور ان اسباب کو اختیار کرنے کا جو اللہ نے مخلوق کے لیے
بیان فرمائے، اس پر دلائل کیا ہیں؟

الجواب:

الاستعانة والاستمداد هو طلب العون والممدد، فالعالم وذرانيه كلها
يستعين بالله حقيقةً في كل حين،
ترجمہ:

استعانت اور استمداد کا مطلب مدد اور تعاون مانگنا ہے۔ سارا
عالم اور اس کی ذرات (ذرے) ہر وقت حقیقتاً اللہ سے ہی مدد
لیتے ہیں۔

وَأَن الْكُلَّ مُحْتَاجٌ إِلَى اللَّهِ، وَتَأْتِمُّ بِإِتْمَاتِهِ اللَّهُ رِايَاهُ،
ترجمہ:

اور ہر چیز اللہ کی محتاج ہے اور اللہ ہی کے قائم رکھنے سے
قائم ہے۔

وَمِنْ سُنَّةِ اللَّهِ إِفْتَاتُهُ الْعَالَمَ وَمُدُّهُ وَإِعَانَتُهُ بِسَبَبٍ مِنَ الْأَسْبَابِ الَّتِي
خَلَقَهَا اللَّهُ هُوَ بِنَفْسِهِ،
ترجمہ:

اور یہ اللہ کی سنت ہے کہ اس نے دنیا کو اسباب کے
ذریعے قائم رکھا، اور مدد و اعانت ان ہی اسباب کے ذریعے
فرمائی جو اس نے خود بنائے۔

فَنَحْنُ كَمَا نُوْمِنُ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُسْتَعَانُ الْحَقِيقِيُّ الْوَاحِدُ نُوْمِنُ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْخَالِقُ
لِلْأَسْبَابِ الَّتِي بَهَا أَفْتَامُ الْعَالَمَ،
ترجمہ:

پس جس طرح ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ ہی سچا
مدد دینے والا ہے، اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ اللہ ہی نے وہ
اسباب پیدا کئے جن سے اس نے دنیا قائم کی۔

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ توسل (وسیلہ) درست ہے اور جائز ہے۔

بالنبي صلى الله عليه وسلم في حياته وبعد وفاته،
ترجمہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زندگی میں بھی اور وصال کے بعد بھی توسل جائز ہے۔

وكذلك بغیره من الأنبياء والمرسلين والأولياء والصالحين،
ترجمہ:

اسی طرح دوسرے انبیاء، رسولوں، اولیاء اور صالحین سے بھی توسل جائز ہے۔

وقد دللت علی ذلك الأحاديث الثابتة،
ترجمہ:

اور اس پر صحیح احادیث دالالت کرتی ہیں۔

لأن مذهب أهل السنة لا يعتقد تأثيراً ولا خلقاً ولا إيجاداً ولا إعداداً ولا نفعاً ولا ضرراً إلا لله وحده، لا شريك له،
ترجمہ:

کیونکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کوئی اثر دینا، پیدا کرنا، نفع یا نقصان پہنچانا صرف اللہ کا کام ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

فلا تأثير لطلب ولا نداء ولا للنبي إلا باعتبار الخلق والإيجاد،
ترجمہ:

پس کسی کے پکارنے یا سوال میں یا نبی کریم ﷺ کی ذات میں بھی کوئی اثر نہیں، مگر اسی حد تک جسے اللہ نے سبب بنایا ہے۔

ولا شفاعه،

ترجمہ:

اور شفاعت (سفارش) بھی نہیں۔

ولا نذر،

بلکہ توسل کا مطلب اللہ سے اس کا قرب مانگنا ہے اُن ہستیوں کے وسیلے سے جنہیں وہ محبوب رکھتا ہے، جیسے انبیاء اور رسول۔

وَكذَلِكَ بِالْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ،

ترجمہ:

اسی طرح اولیاء اور صالحین کے وسیلے سے بھی۔

وَلَا مُسْرَقٌ فِي ذَلِكَ بَيْنَ التَّعْبِيرِ بِالتَّوَسُّلِ لَهُمْ أَوْ غَيْرِهِ (ذاتہ) فِي نَفْسِهِ،

ترجمہ:

اور اس بات میں کوئی مسرق نہیں کہ ہم اسے توسل کہیں یا کسی اور لفظ سے تعبیر کریں۔

وَأَمَّا الْأَمْرُ فِي كَوْنِهِمْ أَحْبَبَ اللَّهُ تَعَالَى، وَالْمَخْلُوقَ وَالْإِبْجَادَ وَالتَّأْثِيرَ لِلَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ،

ترجمہ:

اصل بات یہ ہے کہ یہ اللہ کے محبوب ہیں، اور پیدا کرنا، وجود دینا اور اثر ڈالنا صرف اللہ ہی کا کام ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

وَأَمَّا الَّذِينَ يَقْتَرِضُونَ فِي الْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ مَنْ أَفْهَمَهُمُ يَتَّقِدُونَ التَّأْثِيرَ لِلْأَحْيَاءِ دُونَ الْأَمْوَاتِ،

ترجمہ:

رہے وہ لوگ جو اپنی عقل سے یہ مسرق کرتے ہیں کہ زندہ وسیلہ بن سکتا ہے اور مردہ نہیں۔ تو یہ ان کا اپنا خیال ہے۔

وَمَنْ رَدَّ تَحْمُ قَوْلَهُ تَعَالَى: {أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ خَلَقَهُمْ} [الرعد: 16]

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے ان کا رد کر دیا: "کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی نے انہیں پیدا کیا؟"

{وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ} [الأنعام: 101]

ترجمہ:

اور: "اور اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا"

واستمد منه سواء كان إنساناً أو شيئاً آخر، وجب علينا حُسن الظنّ
بالمسلم.

اور اگر اس سے مدد مانگی (چاہے وہ انسان ہو یا کوئی اور چیز)، تو
ہم پر مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھنا واجب ہے۔

والاستعانة والاستمداد والاستغاثة كلها مشروع ثابت بالقرآن والسنة،
والذي ينكره ف عقله مخالف ما يقوله به،

اور استعانت، استمداد اور استغاثة سب فترآن و سنت
سے ثابت اور جائز ہیں، اور جو انکار کرتا ہے تو اس کی عقل
اس بات سے متصادم ہے جو وہ خود کہتا ہے۔

لأن كلَّ إنسان يستعين ويستمدّ طولَ حياته بكثير من الناس والأشياء
والآلات في كثير من الأمور،

کیونکہ ہر انسان اپنی ساری زندگی میں بہت سے انسانوں، اشیاء
اور آلات سے مدد لیتا اور سہارا لیتا ہے بہت سے کاموں میں۔

فاستعاضه بالناس محازیة سببية، والحقیقة لانه هو الخالق لكل
سبب وموجود.

پس اس کی لوگوں سے مدد لینا محازی اور اسباب کے درجے
میں ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ہر سبب اور ہر موجود کو پیدا
کرنے والا اللہ ہی ہے۔

أما ثبوتہ بالقرآن، فنقول اللہ تعالیٰ: {وتعاونوا على البر والتقوى ولا
تعاونوا على الإثم والعدوان} [المائدة: ۲]

فترآن میں اس کے ثبوت کے بارے میں، اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے:

"نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور زیادتی پر
ایک دوسرے کی مدد نہ کرو"

(سورہ المائدہ: آیت 2)

فذلك ربنا يأسرنا بالتعاون مع الآخرين على أمور البر،
فالمسلمون إذا لم يكونوا مشركين بتعاونهم على الأمور الكثيرة،

پس ہمارا رب ہمیں نیکی کے کاموں میں دوسروں کے ساتھ
تعاون کرنے کا حکم دیتا ہے۔
تو اگر مسلمان بہت سے کاموں میں تعاون کرتے ہیں، تو وہ
مشرک نہیں ہوتے۔

فكيف يكونون مشركين باستغاثتهم واستمدادهم في أمورهم؟ فهل بين التعاون
والاستغاثة تريب ينسب الشرك؟

تو پھر وہ اپنی ضروریات میں مدد لینے یا استمداد کرنے کی وجہ
سے کیسے مشرک ہو سکتے ہیں؟
کیا تعاون اور استغاثة کے درمیان ایسا کوئی تریبی تعلق
ہے کہ جسے شرک کہا جائے؟

وقول الله حكاية عن سيدنا موسى عليه السلام: {واجعل لي وزيراً من أهلي *
هارون أخى * أشدُّ به أزرى * وأشركه في أمري} [طہ: ۲۹ - ۳۲]

اور اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات کو نقل
کرنا:

"اور میرے لیے میرے اہل میں سے ایک وزیر بنادے،
ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔ میری کسر کو اس کے ذریعے مضبوط
کر دے، اور اسے میرے کام میں شریک کر دے"
(سورہ طہ: آیات 29-32)

فنهنا نبی اللہ موسیٰ علیہ السلام یسأل اللہ أن يجعل له أخصاه هارون معاوناً
ومشاركاً ومعيناً في أمره، أليس هذا استغاثة نبی بأخيه واستمداد منه؟

تو یہاں اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام اللہ سے دعا کر رہے ہیں
کہ وہ ان کے بھائی ہارون کو ان کا معاون و شریک بنائے۔
کیا یہ نبی کی اپنے بھائی سے استغاثة (مدد طلب کرنا) اور
استمداد نہیں ہے؟

وقول اللہ حکایۃ عن ذی القصرین: {فَاعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رُذْمًا} [الکھف: ۹۵]

اور اللہ تعالیٰ کا قول ذوالقصرین کی بات کو بیان کرتے ہوئے:
"پس تم طاقت کے ساتھ میری مدد کرو، میں تمہارے اور
ان (دشمنوں) کے درمیان دیوار بنا دوں گا"
(سورہ الکھف: آیت 95)

حیث طلب ذو القصرین مدداً من قوم السترک واستعان بقوتهم
وقطعهم ومصاعهم، فجعل حاجزاً حقیقاً ورحباً متیناً، لیس بالحاج وماجوج،

جبکہ ذوالقصرین نے ترک قوم سے مدد مانگی اور ان کی طاقت،
ٹکڑوں (لوہے وغیرہ) اور سامان سے مدد لی،
تو انہوں نے ان (یاجوج و ماجوج) کے خلاف ایک حقیقی رکاوٹ اور
مضبوط دیوار بنائی۔

فَفَكَّرُوا، فَتَكْفَرُونَ استعانة الطرفين، استعانة قوم السترک أولاً بذی
القصرین، واستعانة ذی القصرین ثانياً بالقوم لتجهيز الأسباب،

تو غور کرو! کیا تم دونوں طرف کی استعانت کو کفر کہو گے؟
یعنی پہلے ترک قوم کا ذوالقصرین سے استعانت لینا،
اور پھر ذوالقصرین کا ان سے اسباب کی تیاری میں مدد
لینا؟

وهو في الحقيقة استمداد واستعانة من الرب.

حالانکہ حقیقت میں یہ سب مدد اور استعانت رب
تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

اگر آپ کو کسی اور صفحے کا بھی لفظی ترجمہ چاہیے ہو، تو ضرور بھیجیں۔

تو آپ نے مدد کو بندے کی طرف منسوب کیا اور اس کو اسی کی طرف جوڑا، اور بندوں کو ثابت رکھا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔

وفي هذا الباب أحاديث وأثر كثيرة، وكذلك أقوال العلماء لا تكاد تخصي.

اور اس باب میں بہت سی احادیث اور آثار موجود ہیں، اور اسی طرح علماء کے اقوال بھی بے شمار ہیں۔

۹۔ السؤال: ما حكم التبرك ودلائله؟

سوال نمبر 9: تبرک (برکت حاصل کرنے) کا حکم اور اس کے دلائل کیا ہیں؟

الجواب: واعلم أن التبرك ليس هو إلا توسلاً إلى الله سبحانه،

جواب: جان لو کہ تبرک کچھ اور نہیں، بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہے۔

وتعالى بذلك المشترك به، سواء أكان أثراً أو مكاناً أو شخصاً.

اور جس چیز سے برکت لی جا رہی ہے، وہ بھی اس سے (اللہ سے) وابستہ ہو کر بلند ہو جاتی ہے، چاہے وہ چیز کوئی اثر ہو، کوئی جگہ ہو، یا کوئی شخص ہو۔

حوالہ جات:

1. (صحیح مسلم، صفحہ ۱۱۰۱، حدیث: 6853)

2. (سنن أبی داؤد، 3724، حدیث: 4817)

3. ان میں سے:

جی بالکل، یہ صفحہ 32 کا مکمل اور لفظی ترجمہ ہے، کوئی لفظ چھوڑے بغیر:

وَأَمَّا ثَبُوتُهُ بِالسُّنَّةِ،

رہا اس کا سنت سے ثابت ہونا،

فَقَدْ قَاتَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ)). رواه مسلم.

تو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اللہ بندے کی مدد میں ہوتا ہے، جب تک بندہ اپنے
بھائی کی مدد میں ہو" (روایت کی امام مسلم نے)۔

فَنَظَرُ كَيْفِ حَبَاءِ الْكَلَامِ عَلَى الْحَقِيقَةِ وَالْمَجَازِ فِي سِيَاقٍ وَاحِدٍ مِنْ
صَاحِبِ جَوَامِعِ الْكَلَمِ،

تو غور کرو کہ کس طرح کلام حقیقت اور مجاز دونوں پر ایک ہی
سیاق میں آیا ہے، اور وہ بھی اس ہستی کی زبان سے جو جامع
کلمات والے ہیں (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)۔

فَعَوْنُ اللَّهِ لِلْعَبْدِ عَلَى الْحَقِيقَةِ، وَعَوْنُ الْعَبْدِ لِلْعَبْدِ عَلَى الْمَجَازِ، عَلَى أَنَّ اللَّهَ
سَبَبٌ لِلْعَبْدِ عَبْدًا ظَهِيرًا وَنَصِيرًا وَمَعِينًا!

تو اللہ کی بندے پر مدد حقیقت ہے، اور بندے کا بندے پر
مدد کرنا مجاز ہے،

اس پر بھی کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے لیے ایک بندہ
مددگار، ناصر، اور معاون بنایا!

وَقَدْ هَ صَ لَى اللّٰهَ عَلَیْہِ وَسَلَمٌ فِی حَقِّقِ الطَّرِیْقِ: ((وَتُعِیْنُ الْمَلْهُوفَ وَتَهْدِی
الضَّالَّ)).

جہاں تک آنکھوں کا تعلق ہے: ان کے فضائل اور ان کا
 قرب اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے، اس کے ساتھ یہ
 عقیدہ ہے کہ وہ خیر لاتی ہیں اور شر کو دفع کرتی ہیں، مگر یہ
 بات بھی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے اذن کے بغیر نہیں
 ہوتا۔

جہاں تک آثار کا تعلق ہے: وہ آنکھوں سے منسوب ہیں، اور وہ
 روشن، معزز، محترم اور محبوب ہیں۔

جہاں تک مکان کا تعلق ہے: فَلَا فَضْلَ لَهَا مِنْ حَيْثُ هِيَ اَمَّا كُنْتُمْ، اور
 اس کا مطلب ہے کہ اس کا فضیلت اس کے ٹھکانے سے
 نہیں بلکہ جو کچھ وہاں ہوتا ہے، جیسے نماز، روزہ، اور تمام قسم کی
 عبادات جو نیک بندے اللہ کے حضور انجم دیتے ہیں؛
 کیونکہ وہ رحمت، فرشتوں کی موجودگی اور امن و سکون کی برکتیں
 جاری کرتے ہیں۔ اور یہ وہ برکتیں ہیں جو اللہ ان جگہوں سے
 طلب کرتا ہے۔

شرک و شران و سنت میں ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا، نبی ﷺ کی تعریف میں:
 "وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُ إِنَّ آيَةَ مَلَكِهِ أَنْ يَأْتِيَهُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَبَقِيَّةُ
 مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ"
 (البقرة: 248)۔

خلاصہ کہانی: کہ تابوت (جو اسرائیل کے لوگوں کے پاس
 تھا) ان کے لئے نشان بھتا، اور وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے واسطے
 کے طور پر اس کا توسل کرتے تھے۔ اور اللہ نے اس تابوت
 کی حقیقت بیان کی ہے کہ وہ "بقیہ مما ترک آل موسیٰ و آل
 ہارون" یعنی باقیات جو آل موسیٰ اور آل ہارون نے چھوڑے تھے۔
 یہ باقیات وہ عصا، لباس، اور چیزیں تھیں جو موسیٰ اور
 ہارون کے لیے تھیں، جنہیں مختلف علماء جیسے المفسرون، المؤمنون،
 القسوطی، السیوطی، الطبری وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ
 چیزیں نیکوں کے آثار میں سے تھیں، اور ان کا تحفظ ان پر تھا،
 اور بعض چیزیں ان میں سے برکت کی حامل تھیں۔

خلاصہ کہانی: کہ تابوت (جو اسرائیل کے لوگوں کے پاس
 تھا) ان کے لئے نشانِ ہمتا، اور وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے واسطے
 کے طور پر اس کا توسل کرتے تھے۔ اور اللہ نے اس تابوت
 کی حقیقت بیان کی ہے کہ وہ "وَبَقِيَهُ مِمَّا تَرَكُ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ
 هَارُونَ" یعنی باقیات جو آل موسیٰ اور آل ہارون نے چھوڑے تھے۔
 یہ باقیات وہ عصا، لباس، اور چیزیں تھیں جو موسیٰ اور
 ہارون کے لیے تھیں، جنہیں مختلف علماء جیسے المفسرون، المؤمنون،
 القسوطی، السیوطی، الطبری وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ
 چیزیں نیکوں کے آثار میں سے تھیں، اور ان کا تحفظ ان پر ہوتا،
 اور بعض چیزیں ان میں سے برکت کی حامل تھیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ برکتیں کافروں کے عذاب
 کو دفع کرتی ہیں اور فجار کو نقصان پہنچانے سے بچاتی ہیں، جب کہ
 مومن لوگ ان سے محفوظ رہیں۔

یہ بھی اللہ کی نافرمانی کا باعث بنتا ہے، جیسا کہ فرمایا:
 "اور مرد مومن اور عورت مومنہ نہیں کہ تم ان کے متعلق
 پیش قدمی کرو..."
 (الفتح: 25)

اگر کافروں کے درمیان مدینہ کے ضعفاء نہ ہوتے جو ان کے
 ظلم سے بچیں تو وہ سب کفر کے عذاب کی تاب نہ
 لاتے۔ اور مریم علیہ السلام نے فرمایا:
 "اور مجھے کہا گیا مریم میں نے تجھے اور تیرے ماں باپ
 کو ایک نشان دیا..."
 (مریم: 27)

* نبی ﷺ کی سنت میں بھی ثبوت: *
 صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ کے وضو کے دوران ایک آدمی،
 جس کی ہتھیلی پر قوی زخمی تھ، دعا کر کے شفا پا گیا۔

ابن حجر اس حدیث کی تشریح میں کہتے ہیں: وضو
 طہارت جسم اور روح ہے اور برکت ہے صالح بندوں کی۔

* حدیثوں میں بھی توسل کا ثبوت: *
 (عن ابی بردۃ) وہ کہتا ہے: میں نے ابن سلام سے کہا کہ مجھے
 مسجد لے چلو جہاں نبی ﷺ رہتے تھے۔ وہاں میرے ساتھ
 کھانے پینے کی چیزیں تھیں، اور میں نے ان چیزوں کو نبی
 ﷺ کے ساتھ کھایا، اور نماز پڑھی۔

یہ حدیث بھی وضو کی برکت اور نبی ﷺ کی جگہ اور نماز کی
 اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔

اسلام میں بہت سے دلائل ہیں جو نبی ﷺ اور انبیاء کرام اور
 صالحین کے آثار پر توسل کی جوازیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

سوال: کفرِ مسلمان کا حکم کیا ہے؟ امام احمد رضا حنان کا موقف کیا ہے اس مسئلے میں؟

جواب: شریعت کی دلیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ جب اسلام میں داخل ہوتا ہے گواہی دے کر، اس کے ساتھ اس کی حبان، مال اور عزت محفوظ ہوتی ہے دنیا اور آخرت میں۔ دارِ آخرت ہے دارِ کرامت مومنوں کے لیے، جیسا کہ نبی ﷺ نے بتایا: "اللہ نے آگ پر حرمت لگائی ہے اس پر جو کہ اللہ کے سوا اس کی پوجا کرتا ہے۔"

اگر مسلمان گناہگار ہو اور ناراض کرے تو وہ جہنم کے لائق ہوتا ہے، لیکن اس کے لئے ہمیشہ کے لیے نہیں، بلکہ وہ پاک کلمہ توحید کی برکت سے نجات پا سکتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو نجات پائے گا اس میں 'لا الہ الا اللہ' کا وزن دل میں ہوگا، اور شعیرہ خیر کا وزن ہوگا جو جہنم سے باہر نکلے گا۔"

علماء کہتے ہیں کہ جس کے ایمان کی بنیاد مضبوط ہو وہ کفر سے باہر نہیں نکلے گا۔

خبردار رہنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان کفر کی حالت میں ظاہر نہ ہو، کیونکہ اس کا اثر بہت عام اور متعدی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: توبہ اور کفر سے بچاؤ ضروری ہیں، کیونکہ زیادہ مسلمان گناہی کے سبب کافر بن جاتے ہیں۔

اور شرع مطہر نے سختی سے خبردار کیا ہے کہ حکم تکفیر کو بے بنیاد اور غیر واضح ثبوت کے بغیر نہ لگایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے ایمان والو! جب تم میں سے کوئی اللہ کے راستے میں مارا جائے تو اسے قتل شدہ نہ کہو بلکہ وہ "فیتبتوا" کہلوائیں، اور اللہ کے راستے میں مارے جانے تمہارے لیے بڑی نعمت ہے۔" (النساء: 94)

الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: "فیتبتوا" کا مطلب ہے: تم قتل ہونے والے میں اختلاف نہ کرو، بلکہ جان لو کہ یہ قتل جہاد کے لیے ہے، اور اسلام یا کفر کا مسئلہ نہ بناؤ۔ فوراً یہ نہ کہو کہ وہ کافر ہے، بلکہ اس کے خلاف کوئی الزام مت لگاؤ جب تک کہ تم اس کی حقیقت نہ جان لو کہ وہ مسلمانوں کے لیے اور اللہ اور اس کے رسول کے حق میں جہاد کر رہا تھا۔

نبی ﷺ نے بھی اپنے اہل بیت کو خبردار کیا کہ: "اگر کوئی آدمی اپنے بھائی کو کہے: یا کافر، تو اس کی بات قبول نہیں" (صحیح بخاری اور دیگر)

اسی لیے علماء نے کفر کا حکم بہت احتیاط سے دیا ہے اور حدیثوں میں اسے کم سے کم اور سخت ترین حالات کے لیے رکھا ہے تاکہ کسی کو بے وجہ نہ کہا جائے۔

طبرہطاوی نے ابی حنیفہ اور اصحاب سے روایت کیا ہے: "آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا جب تک کہ کھولا کھلا کفر ظاہر ہو، اور نرمی کے ساتھ توبہ کی گنجائش دی جائے۔"

جب اسلام ثابت ہو جائے، تو مسلمانوں میں کفر کا فتویٰ دینا جائز نہیں، اور یہ نہ مانو کہ حد سے زیادہ سختی سے کفر کا حکم دیا جائے۔

اسلام مقبول کرنے کے باوجود جو شخص کفر کی حالت میں چلا جائے، اس کا اصل ایمان ثابت ہے یہاں تک کہ وہ اس کفر کے ذریعے اسلامی شہادت کی صحت کو زائل نہ کرے۔ مسلمانوں کو بے بنیاد کفر کہنے سے روکا گیا ہے کیونکہ اس سے خون بہنا، اموال کا ضیاع اور زبان کی گسراہی ہوتی ہے۔

امام احمد رضا حنان رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ: اگر کفر کے احتمال کا تناسب بہت کم ہو، پھر بھی اس کا حکم کفر دیا نہیں جاتا اور کفر کا حکم تب ہی دیا جائے جب اس کا ثبوت قطعی ہو۔

فقہاء کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ: اگر احتمال کفر کا 90 فیصد اور احتمال اسلام کا 10 فیصد ہو، تو متضامی اولی الاحتمال کو اختیار کرے گا یعنی نقصان دینے والا فیصلہ نہیں کرے گا۔

فتاویٰ اور فقہی کتب میں بھی یہ اصول بیان ہوا ہے کہ تو ب اور شک کی حالت میں حکم کفر سے بچنا چاہیے، اور جس شخص پر احتمال کفر لگے وہ بھی اصل میں ایمان دار ہو سکتا ہے، بلکہ کافر کہنا اس کی نفسیاتی حالت کے بغیر حرم ہو گا۔

کچھ فقہاء کا قول ہے کہ: اگر کفر کی واردات کا امکان زیادہ ہو تب بھی اصل فرد کو مسلمان ہی سمجھ لینا چاہیے اور شرعی اعتبار سے کفر کا الزام ان حالات میں نہیں لگانا چاہیے۔

اور مکمل شرع نے سختی سے تنبیہ کی ہے کہ مسلمانوں پر بغیر واضح دلیل کفر کا حکم نہ دیا جائے کیونکہ اس میں کوئی شک واضح نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اے ایمان والو! جب تم میں سے کوئی اللہ کی راہ میں مارا جائے تو اسے مارا ہوا نہ کہو بلکہ (فیتیتوا) کہو، اور کہا جاتا ہے: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایمان والوں میں سے جو لوگ دنیا کی زندگی کے سامنے سرے، اللہ نے ان کے لیے بڑی نعمتیں جمع کر رکھی ہیں، اسی طرح تم سے پہلے بھی بہت لوگ مارے گئے تھے، پھر اللہ تمہارے کیے ہوئے کاموں کا حساب لے گا۔"

(النساء: 94)

الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: "قتیتوا" کا مطلب ہے کہ تم قتل ہونے والوں میں اختلاف نہ کرو، اور کہو تم دشمن کے ہاتھوں قتل ہوئے، اور تمہیں معلوم ہو کہ یہ شہر بانی اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے؛ نہ کہ تمہارے حبان و ایمان کی نفی ہو۔ اور جلد بازی میں کسی کو کافر نہ کہو جب تک کہ اس کے کفر کا حق ثابت نہ ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے امتیوں کو خبردار کیا اور فرمایا:

"اگر کوئی انسان اپنے بھائی کو کہے: اے کافر، تو اس پر لعنت ہو، کیونکہ وہ اس میں سے ہے جس کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے" کیونکہ کافر کو ایسی عجیب بات کہنا جائز نہیں جب تک کہ اس کا واضح کفر ثابت نہ ہو۔ (صحیح البخاری اور دیگر)

اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا:

"جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے (بغیر وجہ کے) تو لعنت اس پر ہوگی، اور اگر وہ حقیقت میں کافر نہیں تو اللہ اس

اسلام کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اہل کفر کے اسلام کی صحت کافی نہیں۔

اگر مسلم کو کافر قرار دیا جائے تو اس سے خونریزی اور اموال کا ضیاع ہوتا ہے، اس لیے زبان پر کس طرح فتاو رکھا جائے؟

اللہ کے رسول ﷺ کے کلمہ:
"لا اِلهَ اِلاَّ اللہ محمد رسول اللہ" کے لئے کوئی منافق نہیں۔ لہذا کفر کا فیصلہ خطرناک ہے اور حناموش رہنا بہتر ہے۔

امام احمد رضا خان کا کفر کے مسئلے میں موقف:
امام احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ اگر بات میں نوے فیصد کفر کے امکان اور صرف دس فیصد اسلام کے، اور اسلام پر الزام ثبوت نہ ہو تو کفر کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

لفظی القاری کی شرح الفقہ الکبیر سے اقتباس:
اگر مسئلہ جو کفر سے متعلق ہو، اس میں نوے فیصد کفر اور ایک فیصد اسلام کے امکانات ہوں تو فتاویٰ احتمال ثانوی یعنی اسلام کے احتمال پر عمل کرے گا۔

فتاویٰ کے خلاصہ اور فقہ و فتاویٰ کے مطابق:
اگر مسئلہ کفر کا حکم دیتا ہو اور محقق، مفتی اور فتاویٰ حکم تکفیر دیتے ہوں، لیکن اگر متکلم نیت سے کافر کا ظنی شک ہو یا جتنا ظنی کفر ہو کہ وہ مسلم ہو، تو پھر حکم کفر نہیں لگے گا۔

اگر نیت قتال کی ہو جو کافر سمجھا جائے، تو کفر کا حکم آتا ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو اور مفتی کا حکم کفر روکنا چاہے تو اس کا کلام الزام کے قابل نہیں۔

السوال: قبر کی زیارت اور عموماً قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا حکم کیا ہے؟ اور کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین کی قبروں کی زیارت کا ارادہ رکھنا جائز ہے؟

الجواب: فقہاء کے درمیان اختلاف نہیں ہے کہ مردوں کی قبروں کی زیارت جائز ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق:

"انی کنتم کھتیکم عن زیارة القبور فنزورہا فانا نھا تذکر الاحشرہ" یعنی "اگر میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کروں تو تم ان کا زیارت کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دہانی ہے۔"

اور یہ بھی کہ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر جاتے تھے بستر پر موت کے وقت اور فرماتے تھے:

"السلام علیکم دار قوم مؤمنین و انا کم ما توعدون عندا مہلجون و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللهم اغفر لاهل بقیع الغرقد"

جہاں تک خواتین کا تعلق ہے تو بعض لوگ ان کی قبروں کی زیارت کی مذمت کرتے ہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ:

"لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوار القبور" یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والوں کو لعنت فرمایا ہے۔ (یہ مسئلہ مختلف فقہی تشریحات کا حامل ہے)۔

اور خواتین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ زیادہ رقت دل اور زیادتی جذبات رکھتی ہیں جو کفر کی صفت ہے۔

اور کفر کے بارے میں حکم ہرگز مطلق نہیں ہے کیونکہ کفر کی صفت سخت حرم ہے جس کی سزا دنیا و آخرت میں ہے۔ اور اگر کفر کی صورت میں کوئی شک ہو تو اس کو تشویش کا موقع دینا چاہیے۔

فقہ اور دیگر مذہبی کتب میں اس بات کی توضیح موجود

(نوٹ 1:)

"اہل الخطوۃ" ایک صوفی اصطلاح ہے،
اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو فاصلوں کو ایک قدم یا کم
وقت میں طے کرتے ہیں،
چاہے وہ پانی، ہوا یا بغیر ظاہری سبب کے ہوں۔

(نوٹ 2:)

مالکیہ میں بعض نے میت کے قریب قرآن کی تلاوت
کو مکروہ کہا ہے،

6:42 in the evening

لیکن شیخ لذری المالکی رحمہ اللہ نے کہا:
مشائخ اس پر ہیں کہ وہ میت کے لیے قرآن، ذکر اور دعا کی
تلاوت کرتے ہیں،
اور اس کے احسب کی لاجد رکھتے ہیں، اگر اللہ چاہے۔

(تشریح:

یہ عبارت علامہ ذری کی شرح اور حاشیہ دسوقی
میں مذکور ہے۔)

روایت ہے کہ شیخ سمرقندی رحمہ اللہ نے فرمایا:
جب مسلمانوں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے دفن کے
بعد کچھ آیات پڑھیں،
تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آج نہ فرمایا،
کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میت ذکر سے انس ہو گئی ہے،
جیسے دنیا میں انس رکھتی تھی۔

(نوٹ 3:)

یہ عبارت حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح سے ہے،
اور اس کی مانند عبارت علامہ شامی نے "رد المحتار"
میں ذکر کی ہے۔

(نوٹ 4:)

ابو داؤد نے "باب قراءۃ یس عند النیت" کے عنوان سے روایت کی
ہے

لوگ مصیبتوں کے کم ہونے کے اندیشے سے روتے اور دعا کرتے ہیں، اپنی آواز بلند کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کو لوگ سب سے زیادہ مستحکم فريضہ جانتے ہیں۔

کچھ لوگ حدیث کی غلط سمجھ رکھتے ہیں جس میں آیا ہے کہ:

"ائمہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ تین صاحب سے زیادہ نہ جائیں"
(یعنی مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ)۔

اس بنا پر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو منع سمجھتے ہیں اور اسے گناہ کہتے ہیں، لیکن یہ دلیل غلط ہے کیونکہ "تین صاحب سے زیادہ نہ جانا" صرف تین صاحب کے لئے مخصوص ہے۔

یہ واضح ہوتا ہے کہ حدیث کا مطلب صرف یہ تین خاص صاحب ہیں، دیگر صاحب اس میں شامل نہیں۔

سنت نبوی کی روشنی میں یہ بھی ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"مسجد الحرام کے علاوہ کسی مسجد کے لیے سفر نہیں کیا جائے۔"

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت بہت اہم فريضہ ہے اور نبی کی زیارت سے منع نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی تاکید کی جاتی ہے۔

کیا جائے، وہ مسجد حرام اور میری مسجد ہے، اور میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا ہزار نمازوں سے افضل ہے، ان تمام صاحبِ مساجد میں، سوائے مسجد حرام کے۔

فکلامہ عن صاحبہ، یسین للآمة آن ماعدادہ صاحبہ الشلاشہ
فالمسجد فی متاویة فی الفضل.

1:13 in the afternoon

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو میرے پاس زیارت کے لیے آیا اور اس کا مقصد صرف میری زیارت تھی، اس کی کوئی اور حاجت نہیں تھی، تو میرے ذمے حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں۔“

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من خرج مترازا وجبت له شفاعتی۔
اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو (میری قبر کی) زیارت کا پکا ارادہ کر کے نکلا، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔“

اگر آپ اگلا صفحہ بھیجنا چاہتے ہیں تو بھیج سکتے ہیں، میں حاضر ہوں۔

1:13 in the afternoon

تو یہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا) کلام صاحبہ کے بارے میں ہے تاکہ امت پر واضح ہو جائے کہ ان تین صاحبہ کے علاوہ باقی تمام صاحبہ (فضیلت میں) برابر ہیں۔

فلا فائدة فی السفر إلی غیرہا، أما ما فیہا ففیہ مزيد فضل، ولا تدخل المقابر فی هذا الحديث.

لہذا ان (تین) کے سوا دیگر (صاحبہ یا مقامات) کی طرف سفر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں، البتہ ان تین میں اضافی فضیلت پائی جاتی ہے۔ اور قبریں اس حدیث کے مفہوم

میں شامل نہیں ہیں۔



Message



تو یہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا) کلام صاحبہ کے بارے میں ہے تاکہ امت پر واضح ہو جائے کہ ان تین صاحبہ کے علاوہ باقی تمام صاحبہ (فضیلت میں) برابر ہیں۔

فلا فائدة في السفر إلى غيرها، أما ما فيها فقيه مزید فضل، ولا تدخل المقابر في هذا الحديث.

لہذا ان (تین) کے سوا دیگر (صاحبہ یا مقامات) کی طرف سفر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں، البتہ ان تین میں اضافی فضیلت پائی جاتی ہے۔ اور قبریں اس حدیث کے مفہوم میں شامل نہیں ہیں۔

فادخلها في هذا الحديث يغير ضرباً من الكذب على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم.

لہذا قبروں کو اس حدیث میں شامل کرنا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا ہے۔

هذا مع أن الزيارة مطلوبة، بل كثير من العلماء يذكرونها في كتب المناسك على أنها من المستحبات، ويؤيد هذا أحاديث كثيرة.

حالانکہ زیارت (قبرِ انبیاء و صالحین کی) مطلوب و پسندیدہ ہے، بلکہ بہت سے علماء اسے کتبِ مناسک (یعنی حج و عمرہ کے مسائل کی کتابوں) میں مستحبِ عمل کے طور پر ذکر کرتے ہیں، اور اس بات کی تائید بہت سی احادیث سے ہوتی ہے۔

منها مثلاً، من زار قبري وجبت له شفاعتي۔

ان میں سے مثال کے طور پر: ”جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔“

وعن ابن عمر رضي الله عنهما، قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: من جاءني زائرًا لا يعلم له حاجة إلا زيارتي، كان حقًا على أن أكون له شفيعًا يوم القيامة۔

اور دوسرا آتا ہے، اسے کسی چیز کی خبر دی جاتی ہے، تو وہ خوش ہوتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہے۔" اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض رات کو قیام میں کثرت کرتے تھے، اور بعض وتر آن کی تلاوت میں کثرت کرتے تھے، اور بعض جہاد میں کثرت کرتے تھے، اور بعض ذکر میں کثرت کرتے تھے، اور بعض صدقہ میں کثرت کرتے تھے۔

اور اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ کوئی عبادت کو چھوڑا جائے، بلکہ وہاں ایک مخصوص عبادت ہے جس میں سالک، اللہ عزوجل تک رسائی کے لیے، اسے اپنا اصل ذریعہ بناتا ہے۔ اور جنت کے دروازے مختلف ہیں، لیکن آخر کار سب جنت میں ہی داخل ہوتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جس کا عمل جنت کے کسی دروازے کے قریب ہوگا، اسے اس دروازے سے پکارا جائے گا۔ اور روزہ داروں کو روزہ کے دروازے سے پکارا جائے گا جسے "ریان" کہا جاتا ہے۔

درس نظامی کتب فقط ٹیلی گرام چینل

اسی طرح مختلف طریقے، انداز، طریقہ تربیت، اور مرشد کے مزاج کے مطابق، پس بعض وہ ہیں جو روزے میں محنت کرتے ہیں، اور بعض وتر آن میں زیادہ مشغول ہوتے ہیں، اور بعض ان میں سے روزہ نہیں رکھتے، اسی طرح باقی بھی۔ اور تم ان سے کہتے ہو: یہ کیوں؟ تاکہ وہ سیکھے آداب سلوک، اور اپنی خواہشات کو پاک کرے، اور وتر آن و سنت کی مطابقت و مخالفت کو پہچانے۔

یہ تو واضح کلام ہے، اس کا ظاہر بھی اچھا ہے، اور باطن بھی حق سے دور نہیں، کیونکہ ہم نے نماز کے ارکان، شرائط، مکروہات وتر آن و سنت سے سیکھے ہیں، اور ہم نے فقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔

تصوف حضرت سیدنا الجنید رحمہ اللہ کے زمانے سے
چوتھی صدی ہجری سے لے کر آج تک چلا آ رہا ہے۔

سوال: کیا بعض نیک لوگوں کے لیے ان کی زندگی میں کرامات
ثابت ہیں، اور کیا ان کے دنیا سے جانے کے بعد بھی ان کی
کرامات جاری رہتی ہیں؟

جواب: ہاں، ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اولیاء کرام کی
کرامات برحق ہیں، اور ان میں سے جو کرامات ان کی زندگی میں
یا وفات کے بعد ظاہر ہوں، وہ جائز ہیں، انکار نہیں کیا جا
سکتا۔ ایسی بہت سی کرامات نظر سے دیکھی گئی ہیں، اور بہت
تیز رفتاری سے ظاہر ہوئیں۔

اور ان کے ظاہر ہونے کی دلیل قرآن و حدیث سے ثابت
ہے۔ تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم
کا واقعہ بیان کیا، جب ان کے پاس کھانے کی چیزیں
آتی تھیں اور وہ کہتیں: یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور وہ
چیزیں ان کے پاس اس موسم میں آتی تھیں، جس میں
وہ دستیاب نہیں ہوتیں، جیسے سردیوں میں گرمی کے پھل، اور
گرمیوں میں سردی کے پھل۔

اور اہل تفسیر نے ذکر کیا کہ ان کے پاس جب بھی کوئی چیز آتی
تو وہ تازہ ہوتی، بغیر کسی سڑے ہوئے اثر کے۔ اور یہی کرامت ہے
جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ظاہر فرمایا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ درخت کی حبڑ سے تازہ پانی
کا چشمہ جاری کر دیا۔

اور اصحاب کہف کا واقعہ بھی ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا کہ وہ تین سو نو سال تک سوتے رہے اور نہ ان کا لباس بوسیدہ ہوا، نہ وہ کھانا کھاتے رہے، نہ پانی پیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو زمین کی نمی سے محفوظ رکھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے سورج کو اس طرح چلایا کہ وہ ان پر سیدھا نہ پڑے، بلکہ سورج نکتے وقت داہنی طرف سے گزرے اور عروبہ کے وقت بائیں طرف سے۔

اور یہ جگہ بھی ایسی محفوظ رہی، جہاں گرمی کی تپش ان کو نہیں پہنچی، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت خضر علیہ السلام کی کرامت کو بھی ذکر فرمایا۔

اور ان کرامات میں سے وہ بھی ہے جو اصحاب و تابعین اور نیک لوگوں سے ظاہر ہوئیں، اور ہمارے وقت میں بھی ان کی خبریں مشہور ہیں۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت سیدنا حبیب رضی اللہ عنہ جب تنہا سفر کرتے تو ایک خوشہ کھاتے، اور وہ خشک نہ ہوتا۔ اور جب حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو وہ مہینے بھر تک نہ سڑا، نہ بوسیدہ ہوا۔

”والمسجد الأقصى ومسجدي هذا“
(اور مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد)

وقال الحافظ ابن حجر: وَتَشْهَرُ حَسَنُ الْحَدِيثِ وَإِنْ كَانَ فِيهِ بَعْضُ الضَّعِيفِ.

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: حدیث حسن ہونے کی شہرت رکھتی ہے، اگرچہ اس میں کچھ ضعف (کمزوری) ہے۔

وَمِنْ حَبَاءِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي خَاتَمُ سَاحِبِ الْأَنْبِيَاءِ.

اور ان (احادیث) میں سے وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں انبیاء کا خاتم ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مسجد کا خاتمہ (یعنی آخری) ہے۔

أَحَقُّ الْمَسَاجِدِ أَنْ يَزَارَ، وَيُشَدَّ إِلَيْهِ الرِّحَالُ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَمَسْجِدِي، صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِي سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

ان تمام مساجد میں سب سے زیادہ حق دل جو زیارت کی جائے اور جس کی طرف سواریاں باندھی جائیں (یعنی سفر کیا جائے)، وہ مسجد حرام اور میری مسجد ہے، اور میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا ہزار نمازوں سے افضل ہے، ان تمام مساجد میں، سوائے مسجد حرام کے۔

فَلِكُلِّ مَنِ عَنِ الْمَسْجِدِ، لَيْسَ لِلْأَمَةِ أَنْ مَاعِدَا هَذِهِ الْمَسْجِدِ الشَّلَاةِ، وَالْمَسْجِدِ فِيهِ مُتَاوِيَةٌ فِي الْفَضْلِ.

ہماری عقیدت میں، اللہ کی قسم، اگر تو کسی خفیہ درخت کو دیکھتا تو ضرور دیکھتا کہ اس پر ایسی روشنی ہے جو اس کے پھل کو چھپا دیتی، اور اللہ کی قسم، ہم نے مکہ میں اس کا مشاہدہ کیا، اور بے شک وہ اللہ کی طرف سے رزق اور کرامت تھی۔

(نوٹ نمبر 2 کا ترجمہ:)

بخاری کی حدیث ہے کہ عاصم بن ثابت کو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کے ذریعے بچایا، جب کفار نے ان کے قتل کے بعد ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہا، تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو بھیجا، جنہوں نے ان کے جسم پر ڈھک دیا اور ان کے قریب کسی کو نہ جانے دیا۔

اور ان کی لاش دن کے وقت بھی نہ اٹھائی جاسکی، حتیٰ کہ کفار اس سے مایوس ہو گئے۔

(نوٹ نمبر 3 کا ترجمہ:)

جیسے کہ ”مکھیوں کے چھتے“ سے شہد نکلتا ہے اور پانی بہتا ہے، اسی وجہ سے بعض عرب عاصم کو ”شہدی“ کہتے ہیں، کیونکہ وہ شہد سے ڈھکا ہوا تھا، یا شہد کی مکھیوں کی وجہ سے اسے وہ لقب دیا گیا۔

اور دارمی کی ”کرامات الاولیاء“ میں مذکور ہے کہ شہد کی مکھیوں نے اس کے جسم کو چھپا دیا۔

(نوٹ نمبر 4 کا ترجمہ:)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اندھیری رات میں نکلتے وقت دیکھا کہ ہمارے ساتھ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر تھے۔ ان کے ساتھ دو مشعلیں تھیں، ان میں سے ایک کے ہاتھ میں روشنی تھی، تو وہ اس میں چلنے لگا، اور دوسرے کے ہاتھ میں بھی ویسی ہی روشنی ہو گئی۔

وہ (کھجور کے درخت سے) روزی اور اللہ کی طرف سے رزق تھا،
تو یہ اس کے لیے کرامت تھی۔

بخاری نے روایت کیا، اور حضرت سیدنا عاصم رضی
اللہ عنہ کے بارے میں بھی آیا ہے کہ جب کفار نے ان کے
جسم کے ایک ٹکڑے کو کاٹنے کا ارادہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے
جسم کو ان کے لیے ایسا بنا دیا جیسے لوہے کی تہہ ہو، تو وہ اس سے
کچھ نہ کاٹ سکے، اور یہ عاصم رضی اللہ عنہ کی ان کے
وصال کے بعد کرامت تھی۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما
ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
سے نکلے اور ان کے پاس اندھیری رات میں باتیں ہو رہی
تھیں، یہاں تک کہ جب وہ نکلے، تو ان دونوں کے ہاتھ میں
لاٹھیاں تھیں، ایک کی لاٹھی میں روشنی ظاہر ہوئی، تو وہ اس
کی روشنی میں چلنے لگے، پھر وہ دونوں الگ ہو گئے، تو ہر
ایک کے لیے الگ روشنی ہو گئی، تو وہ اس میں چلنے لگے۔

تو امام بخاری نے اسے روایت کیا، اور یہ اولیاء کرام کی بڑی
کرامات میں سے ہے، جو خپر کے نیچے داخل نہیں ہوتیں۔ تو
ان میں سے جو آگ میں داخل ہوا، وہ نہ جلا اور نہ ہی
اس کا جسم متاثر ہوا۔

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جن کے ہاتھ پر مردے زندہ ہو گئے، اور ان میں سے ہیں جو ہوا پر چلتے ہیں، اور ان میں سے ہیں جو پانی اور ہوا پر بغیر فطری اسباب کے چلتے ہیں۔

نوٹ:

یہ سب خلافِ عادت امور اگر کسی کا منہ یا فاسق کے ہاتھ پر ظاہر ہوں، اگرچہ وہ ہاتھ پر ظاہر ہوں، تو وہ کرامت نہیں کہلائیں گے۔

سوال نمبر 14:

میت کے قریب قرآن کی تلاوت کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے؟

جواب:

جمہور (اکثر) علمائے کرام کا، چاہے وہ خفیہ ہوں، شوافع ہوں یا حنابلہ، اس پر اتفاق ہے کہ میت کے پاس قرآن پڑھنا مستحب ہے۔

کیونکہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوعاً روایت ہوا کہ "جو شخص قبروں میں داخل ہوا اور سورۃ یسین پڑھی، تو ان کے لیے تخفیف کی گئی اور ان پر نرمی کر دی گئی۔" اور اس میں یہ بھی فرمایا: "ان کو بخشش دی جاتی ہے۔"

اسے امام احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، اور معقل بن یسار سے روایت کیا گیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے مردوں پر سورۃ یسین پڑھا کرو۔"

یہ تو واضح کلام ہے، اس کا ظاہر بھی اچھا ہے، اور باطن بھی حق سے دور نہیں، کیونکہ ہم نے نماز کے ارکان، شرائط، مسکروہات و ترآن و سنت سے سیکھے ہیں، اور ہم نے فقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔

اور یہ تعلیم وہ ہے جس کو "علم فقہ" کہا جاتا ہے، جو فقہاء کی صفت ہے، اور وہ تمام احکام کو ترآن و سنت سے حاصل کرتے ہیں۔

اور اسی طرح کچھ چیزیں ترآن و سنت میں صراحتاً نہیں ملتیں، ان کو شیخ سے سیکھنا پڑتا ہے، اور ان کی مشق کرنی پڑتی ہے، اور ان میں صرف کتابوں پر اکتفا کافی نہیں ہوتا، جیسے کہ "کلیم الجیوبیدی" نے ذکر کیا۔

اسی طرح علم تصوف بھی ہے، جسے علماء نے "علم" شمار کیا ہے۔

اگر آپ اس صفحے کے کسی خاص حصے کا مزید تفصیلی ترجمہ یا تشریح چاہتے ہیں تو بتادیں۔

العلماء نے کہا:
یہ حدیث مطلق ہے، اس میں پڑھائی حالِ احتضار
یعنی مرنے کے قریب اور بعدِ وفات شامل ہے۔

الطبری اور بیہقی نے اپنی کتاب "شعب الایمان" میں ابن عمر سے
روایت کی ہے:

"جب تم میں سے کوئی مرحبائے تو اسے قبر کی طرف
لے جاؤ، اور قرآن کی تلاوت اس کے سر پر کرو، اور اچھی
کتاب پڑھو، اور اس کی مردہ تدفین کے وقت سورت یس
پڑھو۔"

مصادر اطمینان و الحاکم:
علماء نے کہا کہ یہ حدیث مطلق ہے، اس میں
پڑھائی مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد دونوں
شامل ہیں۔

القرطبی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پڑھائی
مریض کے حالِ حیات میں بھی ہو سکتی ہے۔

شیخ اشوری کی شرح "مروقات المفاتیح" میں یہ ذکر ہے۔

ممکن ہے کہ مرنے کے وقت پڑھنا مرنے والے پر پڑھے
جانے والا ہو، اور ممکن ہے مرنے کے بعد۔

اس کا مطلب ہے کہ مرنے والے کو بھی پڑھا جائے، اور
کلمہ توحید "لا إله إلا الله" بھی پڑھا جائے۔

ابن حبان اور دیگر کی روایات میں اسی طرح ہے:
مند الفردوس میں ہے کہ "جو شخص مرتا ہے بغیر کلمہ
کہے تو اس کی موت قبول نہیں ہوتی۔"

ابن حیان کی شرح جامع الصغیر میں یہ روایت موجود ہے
اور کہا کہ بیماریاں ظاہر کرتی ہیں کہ مرنے کے بعد بھی اس
پر تلاوت کی جاتی ہے۔

یہ پڑھائی مردے کو سنائی جاتی ہے تاکہ اس کی روح کو
تسلی ملے اور مترآن کی تلاوت کی برکت حاصل ہو۔

اگر وضو صحیح ہو تو پڑھائی کا ثواب حدیثین اور منہاج میں
ہے۔

یہ کہنا جائز ہے کہ پڑھائی مرنے کے بعد بھی کی جاتی
ہے اور اس کے حقائق کا اعتراف کثرت سے کیا گیا
ہے۔

ابو بردہ نے کہا:

میں مدینہ گیا اور عبد اللہ بن سلام سے کہا کہ مجھے وہ
جگہ دکھاؤ جہاں نبی ﷺ وضو کرتے تھے۔

وہ مجھے لے گیا اور میں نے وہاں کھانا کھانا اور نماز پڑھی۔

یہ حدیث وضو کی برکت اور فضیلت کو واضح کرتی ہے۔

طبری، القرطبی، البدر التمام، الشوکانی، امام الشافعی اور دیگر کے
اقوال کے مطابق:

مترآن کی تلاوت قبر میں کرنے اور مردہ کو سنانے کی
احبازت ہے، اور اس سے روح کو فائدہ پہنچتا ہے۔

Admins No

3057875139

31116344075

3125175682

3044275379

31115434031

3464094058



علماء نے کہا:

سلف کی ایک جماعت نے کہا کہ قبر کے پاس ان کے قبر کو پڑھنا چاہیے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے خاص طور پر قبر کی ابتدا اور انجام پڑھنا۔ انصار کی ایک جماعت نے کہا کہ مردہ کے قبر پر فتر آن پڑھا جائے جب وہ فوت ہو جائے تو ان کا اختلاف ہے۔

علماء نے کہا کہ انسان کے لیے جائز ہے کہ اس کا عمل دوسرے کی نمائندگی یا پڑھی ہوئی چیز کی نقل بن جائے خواہ وہ نماز ہو یا غیر نماز، اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آیا ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کے دروازے کے پاس دو پرندے تھے جن کی حیات میں روزہ رکھتے تھے، کیا وہ ان کے بعد بھی روزہ رکھیں گے؟" تو فرمایا: "ان دونوں کے بعد بھی تم اپنی نماز کے ساتھ نماز پڑھو، اور تمہاری روزے کے ساتھ روزہ رکھو۔"

بعض علماء نے اس مسئلے میں اتفاق کیا ہے اور اس کا اظہار کیا ہے، اور ابن قدامہ نے امام ابن قدامہ المقدسی سے نقل کیا کہ "کسی فتر میں اگر فتر آن پڑھا جائے اور اس کے ثواب مردے کو دیا جائے تو اس کے لیے ثواب ہوتا ہے، اور مردہ حاضر ہو کر اس پر خوش ہوتا ہے۔"

جب فتر آن مردے کے لیے پڑھا جائے تو اس کا ثواب مردے کو پہنچتا ہے یا اسے دی جاتا ہے اور مردہ موجود ہوتا ہے جیسے کہ وہ حضور کی رحمت میں حاضر ہے، اور یہ بات مسلمانوں کے اتفاق کا ہے کہ ہر دور میں لوگ جمع ہوتے ہیں، فتر آن پڑھتے ہیں، اور اپنے مردوں کے لیے ثواب بھیجتے ہیں۔

بعض علماء، مثلاً شیخ الغسانی الدمشقی الشافعی نے بھی اس اتفاق کی نقل کی ہے اور وہ اس لحاظ سے عبارت دیتے ہیں کہ:

"وہ جمع ہوتے ہیں..."

علماء نے کہا: اور یہ حدیث مطلق ہے، پس شامل ہے فتراءت (مترآن) کو حالت نزع اور وفات کے بعد بھی۔

اور طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے:
"جب تم میں سے کسی کی موت قریب ہو تو اسے لیں پڑھ کر سناؤ۔"

اور اس کو اس کی قبر کے پاس رکھو، اور اس کے سرہانے سورہ فاتحہ پڑھو، اور اس کے پاؤں کی طرف سورہ بقرہ کی آخری آیتیں۔

مصادر: طبرانی اور حاکم

علماء نے کہا: اور یہ حدیث مطلق ہے، پس شامل ہے فتراءت کو حالت نزع اور وفات کے بعد۔ پس مترطبی نے کہا: حدیث (لیں پڑھو اپنے مُردوں پر) یہ محتمل ہے کہ اس سے مراد وفات سے پہلے ہو یا اس کے بعد۔ اور ترجمہ صحیح دی ہے کہ مراد اس سے پہلی حالت ہے۔ کیونکہ (يَقْرُونَ) فعل مضارع ہے، جو حال اور استقبال دونوں پر دلالت کرتا ہے۔

اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مراد اس سے وہ حالت ہے جب آدمی ابھی فوت نہ ہوا ہو۔

اور اسی طرح قول (لیں پڑھو اپنے مُردوں پر) اس پر دلالت کرتا ہے کہ مراد وہ ہے جس پر موت طاری ہو رہی ہو، نہ کہ وہ جو مکمل فوت ہو چکا ہو۔

اور بعض علماء نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب فوت ہو جائے تو اس کی قبر پر جا کر پڑھا جائے۔

اسی طرح فتاویٰ عیاض نے بھی کہا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ مترآن قبرستان میں پڑھا جائے، اور یہ کہ وہ منہمایا کرتے تھے کہ یہ بدعت ہے۔

لیکن شیخ زروق المالکی رحمہ اللہ نے کہا: مالیکیوں کے نزدیک، جو منع کرتے ہیں قبر پر فتراءت سے، وہ یہ نہیں کہتے کہ اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔

اور انہوں نے یہ بھی کہا: جب مسلمان حسن نیت کے ساتھ پڑھیں گے، اور دل میں اخلاص ہوگا، تو ان شاء اللہ ان کو ثواب ملے گا۔

درس نظامی کتب فقط ٹیلی گرام چینل

اور علامہ صاوی کے حاشیہ پر لکھا ہے: کہ جب نیت اللہ کی رضا اور تلاوتِ مترآن اور ذکرِ خیر ہو، تو میت کو فائدہ ہوتا ہے۔

اور اسی طرح امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ میت کو ایصالِ ثواب کے لیے مترآن پڑھنا جائز ہے۔

خلاصہ:

علماء کے مختلف اقوال ہیں، بعض فتراءت کو حالتِ نزع میں افضل مانتے ہیں، بعض وفات کے بعد قبر پر، اور بعض دونوں صورتوں میں۔ اور زیادہ تر اہل علم اس کے جواز کے قائل ہیں، اور یہ کہ ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

علماء نے فرمایا: بے شک ایک جماعت سلف صالحین میں سے ایسے گزرے ہیں جنہوں نے وصیت کی کہ ان کی قبروں پر وتر آن پڑھا جائے، اور ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں، اور انہوں نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدا اور انتہا پڑھی جائے۔ اور انصار کی عادت تھی جب ان کا کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر وتر آن پڑھتے۔

اور علماء نے ذکر کیا کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی نیک عمل کا ثواب کسی میت کو پہنچائے، جیسے نماز، روزہ، تلاوت وتر آن یا صدقہ وغیرہ۔

اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے جسے دارقطنی نے روایت کیا ہے، اس میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر میں اپنے والدین کی زندگی میں ان سے حسن سلوک نہ کر سکا تو کیا ان کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کر سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ان کے لیے نماز پڑھا کرو، اور ان کے لیے روزہ رکھو، اور ان کے لیے وتر آ پڑھا کرو۔

تو جو شخص وتر آن کی تلاوت کرے اور اس کا ثواب میت کو بخش دے، اس کو احبر ملتا ہے، اور بعض علماء نے یہ موقف اختیار کیا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے، اور یہی اقویٰ ہے۔

اور امام ابن قدامہ مقدسی نے کہا: اور اگر کوئی شخص میت کی قبر پر تلاوت کرے تو یہ بھی جائز ہے، اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اگر اللہ چاہے۔

اور بعض علماء نے فرمایا: جب وتر آن میت کی قبر پر پڑھا جائے تو وہ اس کے لیے ایسا ہوتا ہے گویا کہ وہ کوئی ہدیہ ہے، وہ اس کو وصول کرتا ہے۔

تو جو شخص فترآن کی تلاوت کرے اور اس کا ثواب میت کو بخش دے، اس کو احبر ملتا ہے، اور بعض علماء نے یہ موقف اختیار کیا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے، اور یہی اقویٰ ہے۔

اور امام ابن قدامہ مقدسی نے کہا: اور اگر کوئی شخص میت کی قبر پر تلاوت کرے تو یہ بھی جائز ہے، اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اگر اللہ چاہے۔

ٹیلی گرام چینل :- درس نظامی کتب فقط

اور بعض علماء نے فرمایا: جب فترآن میت کی قبر پر پڑھا جائے تو وہ اس کے لیے ایسا ہوتا ہے گویا کہ وہ کوئی ہدیہ ہے، اور وہ اس کو وصول کرتا ہے۔

اور یہی قول زیادہ رائج ہے، کیونکہ مسلمانوں کا ہمیشہ سے ہر زمانے میں اس پر عمل رہا ہے کہ وہ قبرستانوں میں جمع ہوتے ہیں، فترآن پڑھتے ہیں، اس کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں، اور ان میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔

اور اجماع کو بھی شیخ عثمانی شافعی دمشق نے نقل کیا ہے، اور ان کا اس بارے میں کلام یہ ہے: "اجتمعوا..."

اگر آپ اگلے صفحات کا بھی ترجمہ چاہتے ہیں، تو بلا جھجک بھیجیں۔

توبہ، استغفار، دعا، صدقہ، حج اور فتر بانی، ان سب کا نفع میت کو پہنچتا ہے اور اس کو ثواب پہنچتا ہے، اور قبر پر فتر آن پڑھنا مستحب ہے۔

علماء نے تصریح کی ہے کہ میت کے لیے فتر اُت کا ثواب پہنچتا ہے، اور اس پر دلیل انہوں نے حج کی احبازت اور اس کے ثواب کے پہنچنے سے لی، کیونکہ حج مالی اور بدنی عبادت ہے، اور نماز جو صرف بدنی عبادت ہے، اس میں میت کے لیے نفل نماز پڑھی جاتی ہے، اور دوسرے اعمال بھی۔

تو جو کچھ بھی نیک عمل ہے، اگر وہ اللہ کے حکم سے میت کے لیے کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ خصوصاً اگر فتاری دعا کرے کہ اے اللہ! اس کا ثواب فلاں میت کو پہنچا دے، تو میت کو ثواب پہنچتا ہے۔

خلاصہ بحث:

شرعاً کوئی مانع نہیں ہے لوگوں کے جمع ہونے میں فتر آن کی تلاوت پر، اور اس کا ثواب میت کو ہبہ کرنے میں، یا کسی اور نیک عمل کو، چاہے وہ حالت وفات ہو یا اس کے بعد، گھر میں ہو یا قبرستان میں، یا مسجد میں ہو یا کہیں اور۔ اور اس پر بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جو حالت احتضار اور اس کے بعد پر دلالت کرتی ہیں۔

اور اس مسئلہ میں ایک جماعت علماء کا اجماع بھی منقول ہے، جیسا کہ امام مقدسی، حافظ شمس الدین المقدسی الجہزانی، اور سید عبد اللہ بن غنّامی نے ذکر کیا ہے، یہاں تک کہ بعض علماء نے اجماع کو غیر منکر امور میں سے شمار کیا ہے۔

بہت سے متشدد لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ بعض اعمال جن پر مسلمان عمل کرتے ہیں، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے نہیں کیا، تو کیا ان کا ترک کرنا دلیل ہے ان کے ناجائز ہونے پر؟

جواب: زمکلمین علامہ مولانا فیضی علی حنا رحمہ اللہ نے امام نانوتوی رحمہ اللہ کی "ایضاح الأدب" میں (سنہ 1297ھ) کے اندر یہ جواب نقل فرمایا:

"عمل المولد والقیام..."

(نوٹ: اگلا صفحہ اس کی تفصیل دے گا۔)

اگر آپ کو صفحہ 50 کا ترجمہ بھی درکار ہو تو وہ بھی بھیج دیں۔

"چھوڑ دینا اور وقوع نہ ہونا کسی چیز کے مکروہ ہونے پر دلیل نہیں بنتا، کیونکہ چھوڑ دینا بعض اوقات دوسری وجہ سے بھی ہوتا ہے۔"

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حاشیہ میں فرمایا: "بلکہ چھوڑ دینا جب تک کسی خاص معنی جیسے ارادہ سے بچنے یا دشمن کے مشابہ عمل سے اجتناب کے طور پر نہ ہو، تو وہ مکلفین کے افعال میں سے شمار نہیں ہوگا، کیونکہ یہ انسانی قدرت کے تحت نہیں آتا، تو پھر اس میں اتباع کا تصور کیسے ہوگا؟"

امام سرخسی نے اپنی اصول کی کتاب میں فرمایا: "فصل دو قسم کا ہوتا ہے: ایک کرنا اور دوسرا چھوڑنا، تو پھر اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا گیا کہ چھوڑنا اتباع کے لیے جائز نہیں، جب تک اس پر کوئی دلیل نہ ہو، جیسا کہ پہلی قسم میں ہوتا ہے۔"

امام ابن قیم نے "اغنیۃ اللہقان" میں فرمایا: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عمل کو ترک کرنا کرامت پر دلیل نہیں بنتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض چیزیں ترک کیں، جیسے کہ وضوء کے بعد مسواک، جیسا کہ انہوں نے اس کا فعل بھی فرمایا۔"

امام ابن دسقیق العید نے "الاحکام" میں فرمایا: "چھوڑ دینا، کسی چیز سے بچنے کی دلیل نہیں ہوتا۔"

(نوٹ: اس کے بعد حاشیہ حبات اور حوالہ حبات دیے گئے ہیں)

ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترک (کسی کام کو نہ کرنا) کسی چیز کو انخاب نہ دینے پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ یہ کسی حکم کے نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس کو علماء نے بیان کیا ہے اپنے قول میں: "ترک حجت نہیں ہوتا"۔ اور یہی درست فہم ہے جو جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اور وہی علماء امت کا قدیم و جدید مستقر (پختہ) موقف ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض افرادِ عموم (یعنی عام افراد) کو حناص کر کے کوئی کام نہیں کیا، اور نہ ہی کوئی پابند (مقید) کلام فرمایا، جب تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کو نہی (منع) نہ فرمائی ہو۔

اور یہی درست مفہوم ہے جسے حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتاب (تورات / انجیل) کی عبارت سے دم کرنا دکھایا گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا، اور فرمایا: "نبی کو نہیں زیب دیتا کہ اس کی تصدیق کیے بغیر کچھ کرے۔"

تو جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رقیہ (دم) کو احبازت دی، اور وہ پڑھا گیا مریض پر، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبر دی، تو یہ دلیل بن گئی۔

ٹیلی گرام چینل بنام :- درس نظامی کتب فقط

مسئلہ الرقیہ: اور رقیہ کا حکم یہ ہے کہ وہ حناص نص ہو تو وہ مشروع (حبائز) ہوتا ہے، اور اگر نص نہ ہو تو حجت نہیں بنتی۔ بلکہ غایت یہ ہے کہ ترک اس فعل کے مشروع ہونے کو زائل نہیں کرتا، اور اگر وہ فعل ممنوع ہو، تو اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، اور اس کا ترک دلیل نہیں بنتا۔

مسئلہ الرقیہ: اور رقیہ کا حکم یہ ہے کہ وہ خاص نص ہو تو وہ مشروع (جائز) ہوتا ہے، اور اگر نص نہ ہو تو حجت نہیں بنتی۔ بلکہ غایت یہ ہے کہ ترک اس فعل کے مشروع ہونے کو زائل نہیں کرتا، اور اگر وہ فعل ممنوع ہو، تو اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، اور اس کا ترک دلیل نہیں بنتا۔

(1) جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترک سجود (سجدہ نہ کرنا) کسی کام میں اس پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ فعل ناجائز ہے، اور یہ بات علماء امت کے درمیان متفق علیہ ہے، قدیم و جدید تمام میں۔

(2) "عموم" کبھی عموم افراد ہوتا ہے یعنی سب کے لیے، اور کبھی عموم شمولی ہوتا ہے یعنی کسی ایک پر بھی صادق آجائے تو کافی ہوتا ہے۔ اور اس کا حکم اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مانند ہے: "وَأَنْ تَطْعَمُوا فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ" (یعنی فداقے والے دن کسی یتیم کو کھلانا)۔ تو یہاں اگر کوئی شخص بھی اس پر عمل کرے تو حکم حاصل ہو جاتا ہے، اور اس میں تخصیص نہیں ہوتی۔

اور اس کی دوسری قسم، عموم بدل کہلاتی ہے، اور اس کا حکم یہ ہے کہ کسی ایک فرد پر عمل نہ ہو، بلکہ سب پر ہو، جیسا کہ فرمان الہی ہے: "أَوْ إِطْعَمُوا فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ مِسْكِينًا" یعنی ایک مسکین کو کھلانا۔ تو یہ حکم ایک مسکین پر لاگو ہوتا ہے، اور سب مساکین پر نہیں۔

اس لیے کہ جو کام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا، وہ نہ تو بدعت تھا اور نہ ہی اس کے کرنے میں کوئی حائلانہ بات تھی، بلکہ انہوں نے اس کو اچھا سمجھا اور صحیح قرار دیا، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ان کے حق میں تھا: "اور جو کچھ رسول تمہیں دے دیں، وہ لے لو، اور جس سے روک دیں، رک جاؤ"

(متفق علیہ)، اور صحیح بخاری میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"بے شک تم میں سے بعض کو میں دوسروں پر (قیامت کے دن) حوض پر آنے سے روکا جاؤں گا۔"

اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ ترک فرمایا منبر پر، اور خطبہ دیا زمین پر، اور صحابہ کرام نے یہ نہیں سمجھا کہ منبر پر خطبہ دینا بدعت ہے، اور نہ ہی اس کو حرام کہا، بلکہ وہ خود منبر تیار کرتے اور اس پر چڑھتے۔

تو ان کا نبی کریم ﷺ کے چھوڑے ہوئے فعل پر عمل کرنا دلیل ہے اس بات پر کہ وہ لوگ نبی کے ترک پر بدعت یا حرام کا اطلاق نہیں کرتے تھے۔

اور حضرت ابن رافع الفرّی کی روایت کردہ حدیث میں ہے: "ہم ایک دن نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: "سمع اللہ لمن حمدہ"، تو ایک شخص نے کہا: "ربنا ولك الحمد، حمداً كثيراً طیباً مبارکاً فیہ۔"

تو جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کلمات کس نے کہے؟"

اس نے کہا: "میں نے"

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

دیکھو، نبی ﷺ نے نماز میں رکوع کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا: "اے ہمارے رب، تجھے بہت ساری تعریفیں..." (حدیث کے آخر تک)۔ صحابہ سمجھ نہیں سکے کہ کیوں نماز میں دعا کے لیے رکوع کے بعد سر اٹھانے کی اجازت دی گئی، اور نہ سمجھ سکے کہ کیا ایسا کرنا ممنوع ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے طریقے پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس سلسلے میں انہیں نصیحتیں بھی نہیں کی گئیں، مثلاً "نہ دعا کرو اور نہ دعا کے لیے رکوع کے بعد سر اٹھاؤ"۔ اور معلوم ہوا کہ دعا کے وقت ضرورت کے علاوہ بیان کو دیر کرنا جائز نہیں۔

بلال رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی طرف سے دو رکعت وضو کے بعد نماز پڑھانے کی اجازت نہ دی گئی، بلکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور نبی ﷺ نے ان سے بھی ممانعت نہیں کی۔ بلکہ جب بلال نے پوچھا، نبی ﷺ نے فرمایا: "یا بلال، مجھے بتاؤ، کیا تم نے اسلام کی کوئی غلطی کی ہے؟" بلال نے کہا: "نہیں، میں رات یا دن وضو نہیں چھوڑا سوائے اس بات کے کہ میرے جسم سے وہ چیز صاف نہ ہوئی جو پاک تھی۔"

ہم جانتے ہیں کہ نماز وضو کے بعد فرض ہو جاتی ہے اور نبی ﷺ کے بعد سات سال تک چلی۔ لیکن صحابہ کرام کو اجازت نہیں تھی کہ نبی ﷺ کے بعد اپنے اوقات میں دعاوں یا نوافل میں ایسا کریں جیسے نبی ﷺ نے چھوڑا تھا۔ اسی لیے نبی ﷺ کے اس طریقے کو انکار کیا گیا اور آئندہ سمجھانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

پختہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام تک تینوں خلفاء تک، ترک (چھوڑنا) کوئی نقصان یا ممانعت نہیں لاتا، بلکہ ناپسندیدہ یا نازیبا نہیں تھا۔ یہ وہی ہے جسے صحابہ ﷺ نے پوری زندگی سمجھا، اور علماء نے بھی اسی طرح سمجھا۔

(حاشیہ: "بارچی" کا مطلب ہے "عمل" کے ساتھ متربی تعلق، یعنی جہاں بھی لاگو ہو۔)

وہ کیا چیز ہے جو ہر مسلم کو صحابہ کی تاریخ میں خاص طور پر ہمارے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جانتی چاہیے؟

جواب:

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "ہم اہل سنت والجماعت ہمارے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان مشاہیرات (جھگڑوں) کو حق سمجھتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ ان کا افضل اور اعلیٰ درجے کا نزاع تھا۔ لیکن ہم ان نزاعیوں کا ظن اور گمان نہیں لگاتے اور ان کو حق میں استثنا دیتے ہیں جو درجہ پر ثابت ہیں جو شریعت میں ہیں۔ ہم بعض کو بعض پر حب نفس کے باعث ترجیح نہیں دیتے اور نہ معاملات میں مداخلت کرتے ہیں جو حرام ہے۔ اور ان کے اختلاف کو جیسے ابی حنیفہ اور الشافعی کے اختلاف کے طور پر دیکھتے ہیں، اللہ ان دونوں پر رحم کرے۔ اور کسی صحابی پر ضرب لگانا جائز نہیں۔"

ہم نے پھر ان باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کے اختلاف کا تعلق خلافت سے تھا نہ کہ منافرت سے، اور نہ ان کی فضیلت یا مقام کو انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کی حقانیت کو رد کیا جاسکتا ہے بلکہ یہ اختلاف پیش آیا تھا جیسے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے مقدمے میں تاخیر پر۔

ابن حجر نے "الصواعق المحرقة" میں کہا:

"اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جو نزاع ہوا وہ معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگوں کا تھا، نہ کہ خلافت کا گمراہی پر، اور نہ حق کو نفی کرنا تھا بلکہ فتنے کی وجہ تھی، واصلح علی کے ساتھ معاویہ کے قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق تھا، اور معاویہ ابن عمر کے سبب سے دشمن تھا، یہ غلط خیال جو بعض اوقات ان پر لگاتے ہیں، کہ وہ علی کو شکست دینے کے لیے مسلح ہوئے تھے، اور ان کے عسکری اختلاف اور ان کی فوجی کشیدگی سے انتشار ہوا جو خلافت کے متعلق تھی، جو اسلام کے اہل کا نظم سمجھتے ہیں خاص طور پر اس کے آغاز میں جب خلافت مستحکم

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ اگر (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے قتالتوں کو فوراً ان کے حوالے نہ کیا جائے اور ان کا معاملہ مؤخر کر دیا جائے، تو یہ زیادہ مناسب ہو گا تاکہ حالات سنبھل جائیں، اور انتظام مضبوط ہو، اور مسلمانوں کی وحدت برقرار رہے، اور ان کی جماعت متحد ہو جائے۔ پھر اس کے بعد یکساں طور پر انہیں (قصاص میں) قتل کیا جا سکے۔

امام ابن حجر عسقلانی نے کہا: یحییٰ بن معین سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے امام احمد بن حنبل سے بخاری کی کتاب "الصغیرۃ" میں موجود اس روایت کے بارے میں سوال کیا، جس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: "میں خلافت کا تمہید باندھنے والا ہوں، اور آپ کا امیر (خلیفہ) وہی ہو گا جس کو میں مقرر کروں گا۔"

(امام احمد نے جواب دیا): "یہ روایت صحیح نہیں۔"

اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے علم نہیں کہ میں بہتر ہوں یا عثمان۔"

اور یہ بھی فرمایا:

"اے اللہ! تم جانے ہو کہ میں عثمان کے قتل پر ناراض ہوں۔"

اور جب ان سے قصاص کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"اے اللہ! تو گواہ رہنا، میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔"



استاذ العلماء فخر المدرسين امام النحو
حضرت علامہ مولانا راشد علی رضوی زید مجدہ



آؤ ترجمہ و ترکیب سیکھیں

مکمل کورس

درس نظامی سے وابستہ طلباء کرام کو ایک بار ضروریہ کورس مکمل سننا چاہیے۔ آپ کی
قابلیت بدل دے گا۔ ان شاء اللہ عز و جل





AI

درس نظامی کے اساتذہ و مدرسین کا اہم مسئلہ، اب حل

کسی بھی کتاب کی اردو شرح نہ ہو تو اس کتاب کی تیاری کیسے کریں؟؟

مشکل عربی عبارت کا مکمل صفحہ کا آسان ترجمہ کیسے اور کہاں سے حاصل کریں؟؟

AI





آل ورلڈ درس نظامی کے اساتذہ و طلبہ کرام

WhatsApp channel



If this channel QR code is shared with someone, they can scan it with their camera to view and follow your channel.

اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:
"میں جانتا ہوں کہ وہ خون جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کے درمیان بہا، وہ وعید (یعنی سخت سزا) کے دائرے میں
داخل نہیں۔"

(یعنی اس پر اللہ کی وعید نہیں)
یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنیاد پر:
"جب دو مسلمان آپس میں تلواروں سے لڑیں، تو قاتل اور مقتول
دونوں جہنمی ہیں۔"
(لیکن یہاں وہ معنی مراد نہیں)

اور اہل سنت کا مذہب، اور حق، اور حسن ظن کا تقاضا یہ ہے
کہ صحابہ کے آپس کے اختلافات میں ہم خاموشی
اختیار کریں، اور ان پر اچھا گمان رکھیں،
اور یہ سمجھا جائے کہ وہ سب مجتہد تھے،
اور ان کا اجتہاد دنیا طلبی کے لیے نہ تھا بلکہ حق کی تلاش
میں تھا،
اور ہر گروہ یہی سمجھتا تھا کہ وہی حق پر ہے،
اور جو ان کی مخالفت کر رہا ہے وہ غلطی پر ہے،
تو وہ اس کی طرف قتال کے لیے نکلے تاکہ اسے اللہ کی
طرف لوٹایا جائے۔

اور ان میں سے کچھ لوگ غلطی پر تھے،
لیکن وہ معذور تھے کیونکہ وہ اجتہاد پر تھے،
اور اجتہاد میں اگر غلطی ہو جائے تو گناہ نہیں۔

اور امام فخر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:
"یہ جائز نہیں کہ صحابہ میں سے کسی کو خطا کا لازمی
مہر تکب و تترار دیا جائے،
کیونکہ وہ سب اجتہاد پر تھے،
اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ نیکی اور اللہ کی رضا کی نیت سے
کیا،
اور ان میں سے اکثر شہید ہو گئے،

اور ہمارے اوپر لازم ہے کہ جو کچھ ان کے درمیان ہوا، اس پر
حناמוש رہیں،

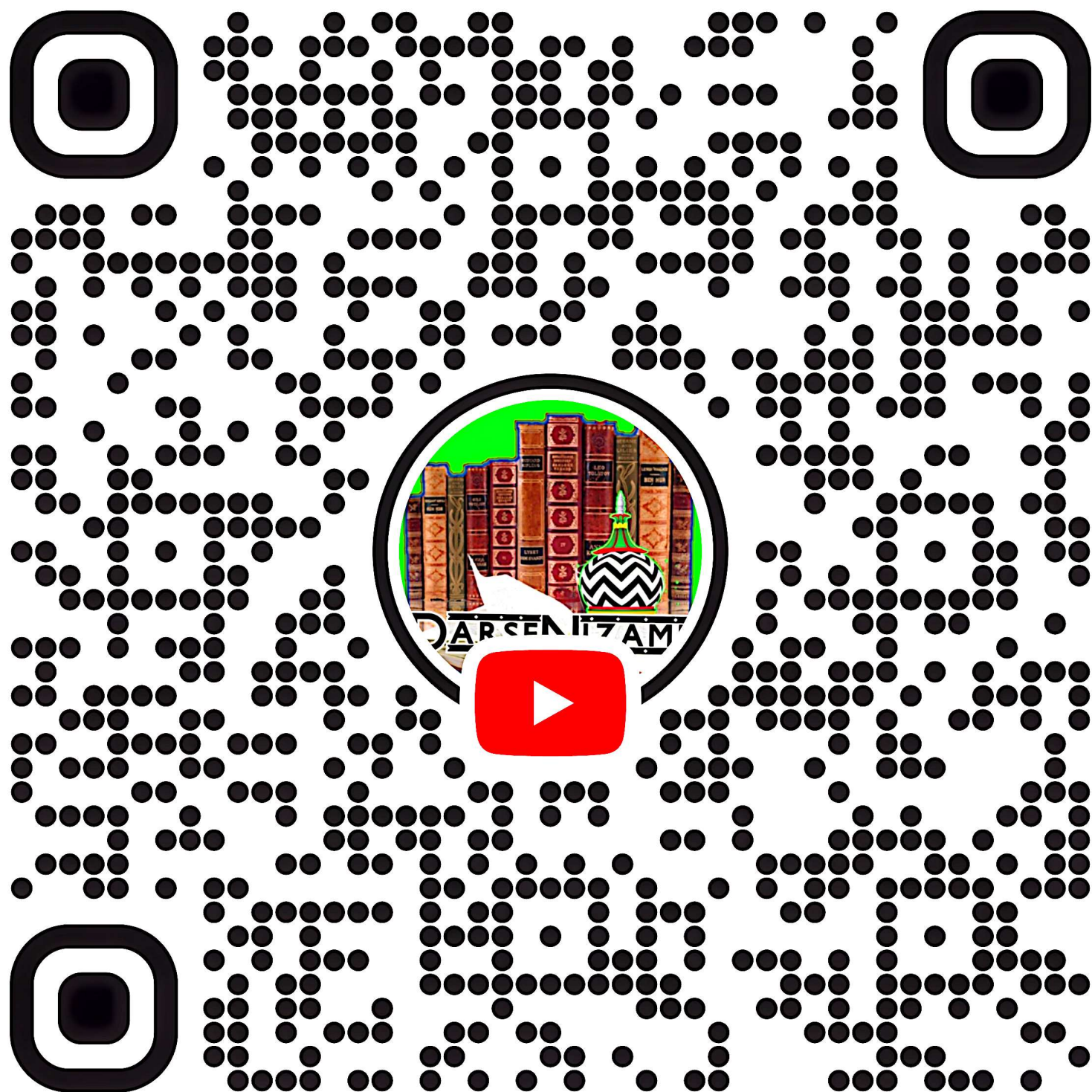
اور ان کا ذکر سوائے بھلائی کے نہ کریں،
اور اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو،
اور ہم بھی ان سے راضی ہیں۔"

اور شعبی نے اپنی سنت میں روایت کیا:
"جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خلافت معاویہ
کو سوئی، تو قیس بن عباد نے ان سے کہا:
"کیا معاویہ کو خلافت دے دی؟"
تو آپ نے جواب دیا:
"اے قیس! میرے خیال میں اگر میں اسے چھوڑ دیتا تو وہ
مجھے قتل کر دیتا،
اور اللہ کی قسم! اگر میں اس کی اطاعت میں ذلیل ہو کر بچ
جاؤں،
تو یہ میرے لیے اس سے بہتر ہے کہ میں اس کی
نافرمانی میں مارا جاؤں۔
(یعنی خون بہنے سے بچنے کے لیے میں نے چھوڑ دیا۔)

اور فرمایا:
"میں نہیں جانتا، شاید میں نے جو کیا وہی بہتر تھا۔"

اور فرمایا:
"میں نے (معاویہ کو) اس لیے چھوڑا کہ میں مسلمانوں کی
اصلاح،
اور ان کے خون کی حفاظت چاہتا تھا۔"

اور فرمایا:
"مجھے علم نہیں، شاید یہ ایک آزمائش تھی، اور میں اس
سے بچ گیا۔"



﴿یَوْمَ تُنْفَخُ السَّرَازِرُ﴾ پھر فقیر بنا دیا گیا اور نازل ہوا۔

اور حدیث نبوی شریف سے بھی یہ حقیقت ثابت ہوئی، جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے:

"بے شک میرا بیٹا یہ سردار ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کروائے گا، جو دونوں مسلمانوں میں سے ہوں گی۔"

پس معاویہ وہ ہے جس سے حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صلح کی، اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اسے اپنی خلافت دی، اور وہ حارثہ کا ارادہ رکھتے تھے، اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کبھی بھی ان کے ساتھ صلح نہیں کی۔

سوال 17:

کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب جانتے تھے؟ اور اللہ تعالیٰ انہیں غیب پر مطلع کرتا تھا؟ اور اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب:

جان لیجیے کہ اگرچہ تمام چیزیں جو دنیا میں ہیں، چاہے وہ کثرت سے ہوں، اگر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر مطلع فرمائے اور وہ آپ کو علم دے یا مال دے تو یہ سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے نہ کہ کسی اور کی، اور یہ عقیدہ اسلامیہ ہے، جس میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

تو جو کچھ بھی ملکیت ہو، وہ اللہ ہی کی حقیقی ملکیت ہے، وہ اکیلا ہے،

تو جو کچھ بھی ملکیت ہو، وہ اللہ ہی کی حقیقی ملکیت ہے،
 وہ اکیلا ہے،
 اس کا کوئی شریک نہیں،
 اور بادشاہی صرف اسی کی ہے،
 خواہ وہ حقیقی ہو یا محبازی۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
 "يَوْمَ يُنْفِخُ السُّرُورُ"
 (یعنی وہ دن جب باطن ظاہر کر دیا جائے گا)

اور اس کے بعد فرمایا:
 "قَدْهُ الْمَلِكُ الْيَوْمَ"
 (تو آج اسی کی بادشاہی ہے)
 یعنی اس دن۔

اور ایک اور جگہ فرمایا:
 "قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكِ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ"
 (اے اللہ! تو بادشاہی کا مالک ہے، تو جسے چاہے بادشاہی
 دیتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے)

اور فرمایا:
 "وَاللَّهُ يُؤْتِي مَلِكُهُ مَنْ يَشَاءُ"
 (اور اللہ جسے چاہے اپنی بادشاہی دیتا ہے)

تو ہم جیسے اللہ واحد پر، اس کے حقیقی ملک پر ایمان رکھتے ہیں، ویسے ہی اس کے عطا کردہ، محبازی ملک پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تدبیر ہے، ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں۔ تو وہ لوگ کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں۔

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ نے فرمایا:
(میں جانتا ہوں کہ ان جملوں کا مطلب نجات کی رسی ہے)

یعنی پورے کتاب پر ایمان۔
اور جو لوگ گمراہ ہوئے ان میں اکثر وہی تھے جو کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے:

"وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ"
(ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) - سورہ النحل، آیت 118

اور کفر کیا، اللہ تعالیٰ کے اس قول کے انکار کے ساتھ:

"وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ" - الصافات: 96
(اور اللہ نے تمہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو، اسے پیدا کیا)

اور جہم نے انکار کیا، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے:

"وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ" - سورہ التکویر: 29
(اور تم کچھ نہیں چاہ سکتے، مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے)

اور کفر کیا، اس قول کے انکار سے:

"ذَلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُرُبُوا" - سورہ کہف: 106
(یہ ان کی سزا جہنم ہے کیونکہ انہوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں اور رسولوں کو مذاق بنایا)

اور خوارج نے انکار کیا، اللہ تعالیٰ کے قول سے:

"وَإِنَّ الْفَجَارَ لَفِي جَحِيمٍ * يَصْلَوْهَا يَوْمَ الدِّينِ" - سورہ الانفطار: 14-15
(یقیناً فاجر لوگ دوزخ میں ہوں گے، وہ اس میں داخل ہوں گے روزِ جزا)

اور کفر کیا، اللہ تعالیٰ کے اس قول کا انکار کر کے:

"إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" - سورہ النساء:
116

(بیشک اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا، اور اس کے علاوہ جو چاہے معاف کر دیتا ہے)

اور مرجعہ نے گمراہی کی، اللہ تعالیٰ کے اس قول کا انکار کرتے ہوئے:

"قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ
الذُّنُوبَ جَمِيعًا" - سورہ الزمر: 53

(کہہ دو: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، یقیناً اللہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے)

(صفحہ 60 - احبابہ السالکین عن عقائد المسلمین)

اور کفر کیا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے:

"وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا" (النساء: 110)

(اور جو کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے مغفرت مانگے، تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا)۔

اور اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں، اور کلام کی کتابوں میں مشہور ہیں۔

اور عظیم تر آن نے بھی اس پر نص صریح دی ہے:

"وَلَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ" (النمل: 65)
(آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں، غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا)

یہ بھی نص ہے کہ وہ غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اس کے جسے وہ رسول کے طور پر پسند کرے۔

اور فرمایا:

"وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ" (آل عمران: 179)
(اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے)

اور فرمایا:

"عَالَمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا" (الحج: 26)
(وہ غیب کا جاننے والا ہے، اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا)

سوائے اس کے جسے اس نے رسول کے طور پر چن لیا۔

"وما كان الله ليطلعكم على الغيب" (آل عمران: 179)
(اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے)

اور فرمایا:

"عالم الغيب فلا يظہر علی غيبه أحدًا" (الجن: 26)
(وہ غیب کا جاننے والا ہے، اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا)

سوائے اس کے جسے اس نے رسول کے طور پر چن لیا۔

اور فرمایا:

"وما كان الله ليطلعك على الغيب" (آل عمران: 179)
(اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع کرے)

اور فرمایا:

"وما أدریک ما یوم الدین" (الانفطار: 17)
(اور تمہیں کیا معلوم کہ روزِ دین کیا ہے)

اور فرمایا:

"ماکان لیأخذ أحناہ فی دین الملک إلا أن یشاء اللہ" (یوسف: 76)

(وہ اپنے بھائی کو بادشاہ کے فتانوں کے مطابق قید میں نہیں رکھ سکتا تھا، مگر یہ کہ اللہ چاہے)

اور فرمایا:

"مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَعْنَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ" (یوسف: 76)

اور فرمایا:

"ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ" (آل عمران: 44)
(یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں)

اور اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں۔

تو ہمارے رب تبارک و تعالیٰ نے یہ سب کچھ ایک بار فرمایا اور اسے بار بار ثابت کیا، تاکہ اس میں کوئی شک نہ رہے۔

تو ہر ایک کے لیے حق ہے اور ہر ایک پر ایمان لازم ہے۔

اور جو کسی ایک چیز کا انکار کرے، اس نے کفر کیا مگر آن کے مطابق۔

تو جو شخص مطلقاً کفر کرے، اور دلیل کے بغیر کرے، اس نے کفر کیا۔

پس جس نے آیات احکام کا انکار کیا، اور دلیل کے بغیر کیا، تو وہ کافر ہے۔

اور مومن ان سب پر ایمان لاتا ہے۔

اور راستے الگ نہیں ہوتے۔

بالکل، ذیل میں صفحہ 61 کا لفظ ب لفظ ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے:

ثَبَّتْ أَنَّ الْعِلْمَ الَّذِي يَتَأَهَّلُ الْاِخْتِصَاصَ بِهِ تَعَالَى
تو ثابت ہو گیا کہ وہ علم جس کا اللہ تعالیٰ سے خاص ہونا حق
ہے،

لَيْسَ إِلَّا الْعِلْمُ الذَّاتِيُّ وَالْعِلْمُ الْمَطْلُوقُ التَّفْصِيلِيُّ الْحَيْطُ بِجَمِيعِ الْمَعْلُومَاتِ الْإِلَهِيَّةِ
بالاستغراقِ الحَقِيقِيِّ
وہ صرف ذاتی علم ہے اور ایسا مطلق تفصیلی علم ہے جو تمام
الہی معلومات کو حقیقی طور پر گھیرے ہوئے ہے،

فَهِيَ الْمُرَادَاتُ فِي آيَاتِ الْغَيْبِ
تو یہی دونوں مراد ہیں آیات غیب میں،

وَأَنَّ الْعِلْمَ الَّذِي لِيُصَحَّ إِسْنَادُهُ لِلْعِبَادِ هُوَ الْعِلْمُ الْعَطَائِيُّ
اور وہ علم جو بندوں کی طرف نسبت دینا درست ہے، وہ
عطا کردہ علم ہے

سواء كان العلم المطلق الإجمالي أو مطلق العلم التفصيلي والمدح إنما
يُقعُّ بهذا
چاہے وہ اجمالی مطلق علم ہو یا تفصیلی مطلق علم، اور اللہ
نے بندوں کی مدح اسی علم کے ساتھ کی ہے،

وَمَدَحُ اللَّهِ بِهِ عِبَادَهُ
اور اللہ نے اپنے بندوں کی اسی سے تعریف کی ہے۔

فَقَالَ: "يُؤَكِّدُونَ عَنْهُ مَنْ أَكَلَتْ" (الذاریات: 8)
تو فرمایا: "اس سے وہی پھرتے ہیں جو پھیرا گیا"

وَمَاتِل: "وَرَفَعَتْهُ قَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ" (یوسف: 76)
اور فرمایا: "اور ہم نے ہر علم والے سے بلند تر عالم کو بلند
کیا"

وقال: "وَعَلَّمَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا" (الكهف: 65)
اور فرمایا: "اور ہم نے اسے اپنے پاس سے علم سکھایا"

وقال: "وَعَلَّمْتَ مَا لَمْ يَكُنْ تَعْلَمُ" (النساء: 113)

اور فرمایا: "اور سکھایا تجھے وہ جو تو نہیں جانتا تھا"

إلى غير ذلك من آيات كثيرة، فهو المراد في آيات
الإشبات
اور اس جیسی بہت سی آیات ہیں، تو وہی مراد ہیں ان آیات
اشبات میں۔

فهذا هو المحمل الحق الذي لا محيد عنه
تو یہی وہ سچا مطلب ہے جس سے ہٹنے کی گنجائش نہیں ہے،

ولا مكان لغيره
اور نہ ہی اس کے سوا کسی دوسرے احتمال کی گنجائش ہے۔

فخلاصة هذا البحث
تو اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے:

أن الله أطلع نبيه على الغيب ما شاء ومتى شاء وتدره ما شاء
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر
مطلع فرمایا، جتنا چاہا، جب چاہا، اور جیسا چاہا۔

فنبينا يعلم من الغيب ما شاء ربّه ومتى شاء وتدرّه ما شاء
تو ہمارے نبی غیب میں سے وہی جانتے ہیں جو ان کا رب
چاہے، جب چاہے اور جیسے چاہے۔

الأحاديث:

احاديث:

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ الَّتِي تَدُلُّ عَلَى اِطْلَاعِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْغَيْبِ،

اور وہ احادیث جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر مطلع کیا،

فمنها: "عن طارق بن شهاب قال: سمعتُ عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول: وتامَ فينا السُّبُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأُخْبِرْنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ، وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ" ان میں سے ایک یہ ہے: طارق بن شہاب سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور تخلیق کے آغاز سے جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک ہمیں خبر دی۔

حوالے:

1. (یعنی نہ کم کرے، نہ بڑھائے، نہ چھپائے)
2. الدولة الملكية بالمادة الغيبية، للإمام أحمد رضا خان ص: 41، مكتبة المدينة، كراچی
3. صحيح البخاري، 3275، كتاب التفسير، حديث: 3192

اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:
"میں جانتا ہوں کہ وہ خون جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کے درمیان بہا، وہ وعید (یعنی سخت سزا) کے دائرے میں
داخل نہیں۔"

(یعنی اس پر اللہ کی وعید نہیں)
یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنیاد پر:
"جب دو مسلمان آپس میں تلواروں سے لڑیں، تو قاتل اور مقتول
دونوں جہنمی ہیں۔"
(لیکن یہاں وہ معنی مراد نہیں)

اور اہل سنت کا مذہب، اور حق، اور حسن ظن کا تقاضا یہ ہے
کہ صحابہ کے آپس کے اختلافات میں ہم حنا موشی
اختیار کریں، اور ان پر اچھا گمان رکھیں،
اور یہ سمجھا جائے کہ وہ سب مجتہد تھے،
اور ان کا اجتہاد دنیا طلبی کے لیے نہ تھا بلکہ حق کی تلاش
میں تھا،
اور ہر گروہ یہی سمجھتا تھا کہ وہی حق پر ہے،
اور جو ان کی مخالفت کر رہا ہے وہ غلطی پر ہے،
تو وہ اس کی طرف قتال کے لیے نکلے تاکہ اسے اللہ کی
طرف لوٹایا جائے۔

اور ان میں سے کچھ لوگ غلطی پر تھے،
لیکن وہ معذور تھے کیونکہ وہ اجتہاد پر تھے،
اور اجتہاد میں اگر غلطی ہو جائے تو گناہ نہیں۔

اور امام فخر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:
"یہ جائز نہیں کہ صحابہ میں سے کسی کو خطا کا لازمی
مسر تکب و ترار دیا جائے،
کیونکہ وہ سب اجتہاد پر تھے،
اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ نیکی اور اللہ کی رضا کی نیت سے
کیا،
اور ان میں سے اکثر شہید ہو گئے،

اور ہمارے اوپر لازم ہے کہ جو کچھ ان کے درمیان ہوا، اس پر
حنا موشش رہیں،

اور ان کا ذکر سوائے بھلائی کے نہ کریں،

اور اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو،

اور ہم بھی ان سے راضی ہیں۔"

اور شعبی نے اپنی سنت میں روایت کیا:

"جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خلافت معاویہ

کو سوئی، تو قیس بن عباد نے ان سے کہا:

"کیا معاویہ کو خلافت دے دی؟"

تو آپ نے جواب دیا:

"اے قیس! میرے خیال میں اگر میں اسے چھوڑ دیتا تو وہ

مجھے قتل کر دیتا،

اور اللہ کی قسم! اگر میں اس کی اطاعت میں ذلیل ہو کر بچ

جاؤں،

تو یہ میرے لیے اس سے بہتر ہے کہ میں اس کی

نافرمانی میں مارا جاؤں۔

(یعنی خون بہنے سے بچنے کے لیے میں نے چھوڑ دیا۔)

اور فرمایا:

"میں نہیں جانتا، شاید میں نے جو کیا وہی بہتر تھا۔"

اور فرمایا:

"میں نے (معاویہ کو) اس لیے چھوڑا کہ میں مسلمانوں کی

اصلاح،

اور ان کے خون کی حفاظت چاہتا تھا۔"

اور فرمایا:

"مجھے علم نہیں، شاید یہ ایک آزمائش تھی، اور میں اس

سے بچ گیا۔"

﴿یَوْمَ تُنْفَلُ السَّرائِرُ﴾ پھر فقیر بنا دیا گیا اور نازل ہوا۔

اور حدیث نبوی شریف سے بھی یہ حقیقت ثابت ہوئی، جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے:

"بے شک میرا بیٹا یہ سردار ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کروائے گا، جو دونوں مسلمانوں میں سے ہوں گی۔"

پس معاویہ وہ ہے جس سے حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صلح کی، اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اسے اپنی خلافت دی، اور وہ حارثہ کا ارادہ رکھتے تھے، اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کبھی بھی ان کے ساتھ صلح نہیں کی۔

سوال 17:

کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب جانتے تھے؟ اور اللہ تعالیٰ انہیں غیب پر مطلع کرتا تھا؟ اور اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب:

جان لیجیے کہ اگرچہ تمام چیزیں جو دنیا میں ہیں، چاہے وہ کثرت سے ہوں، اگر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر مطلع فرمائے اور وہ آپ کو علم دے یا مال دے تو یہ سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے نہ کہ کسی اور کی، اور یہ عقیدہ اسلامیہ ہے، جس میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

تو جو کچھ بھی ملکیت ہو، وہ اللہ ہی کی حقیقی ملکیت ہے، وہ اکیلا ہے،

تو جو کچھ بھی ملکیت ہو، وہ اللہ ہی کی حقیقی ملکیت ہے،
 وہ اکیلا ہے،
 اس کا کوئی شریک نہیں،
 اور بادشاہی صرف اسی کی ہے،
 خواہ وہ حقیقی ہو یا محازی۔

فتر آن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
 "يَوْمَ يُبْلَى السَّرَازِرُ"
 (یعنی وہ دن جب باطن ظاہر کر دیا جائے گا)

درس نظامی کتب فقط ٹیلی گرام چینل (الحمد للہ عزوجل)

اور اس کے بعد فرمایا:
 "قَدْهُ الْمَلِكُ الْيَوْمَ"
 (تو آج اسی کی بادشاہی ہے)
 یعنی اس دن۔

اور ایک اور جگہ فرمایا:
 "قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكِ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمَلِكَ مَن تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكَ مَن تَشَاءُ"
 (اے اللہ! تو بادشاہی کا مالک ہے، تو جسے چاہے بادشاہی
 دیتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے)

اور فرمایا:
 "وَاللَّهُ يُؤْتِي مَلِكُهُ مَن يَشَاءُ"
 (اور اللہ جسے چاہے اپنی بادشاہی دیتا ہے)

تو ہم جیسے اللہ واحد پر، اس کے حقیقی ملک پر ایمان رکھتے ہیں، ویسے ہی اس کے عطا کردہ، محبازی ملک پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تدبیر ہے، ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں۔ تو وہ لوگ کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں۔

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ نے فرمایا:
(میں جانتا ہوں کہ ان جملوں کا مطلب نجات کی رسی ہے)

یعنی پورے کتاب پر ایمان۔
اور جو لوگ گمراہ ہوئے ان میں اکثر وہی تھے جو کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے:

"وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ"
(ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) - سورہ النحل، آیت 118

اور کفر کیا، اللہ تعالیٰ کے اس قول کے انکار کے ساتھ:

"وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ" - الصافات: 96
(اور اللہ نے تمہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو، اسے پیدا کیا)

اور جہم نے انکار کیا، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے:

"وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ" - سورہ التکویر: 29
(اور تم کچھ نہیں چاہ سکتے، مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے)

اور کفر کیا، اس قول کے انکار سے:

"ذَلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُرُبُوا" - سورہ کہف: 106
(یہ ان کی سزا جہنم ہے کیونکہ انہوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں اور رسولوں کو مذاق بنایا)

اور خوارج نے انکار کیا، اللہ تعالیٰ کے قول سے:

"وَإِنَّ الْفِتْنَةَ لَفِي جَهَنَّمَ * يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ" - سورہ الانفطار: 14-15
(یقیناً فتنہ لوگ دوزخ میں ہوں گے، وہ اس میں داخل ہوں گے روزِ جزا)

اور کفر کیا، اللہ تعالیٰ کے اس قول کا انکار کر کے:

"إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرَ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" - سورہ النساء:
116

(بیشک اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا، اور اس کے علاوہ جو چاہے معاف کر دیتا ہے)

اور مرجہ نے گمراہی کی، اللہ تعالیٰ کے اس قول کا انکار کرتے ہوئے:

"قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا" - سورہ الزمر: 53

(کہہ دو: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، یقیناً اللہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے)

(صفحہ 60 - احبابہ السالکین عن عفتاند المسلمین)

اور کفر کیا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے:

"وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا" (النساء: 110)

(اور جو کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے مغفرت مانگے، تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا)۔

اور اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں، اور کلام کی کتابوں میں مشہور ہیں۔

اور عظیم قرآن نے بھی اس پر نص صریح دی ہے:

"وَلَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ" (النمل: 65)
(آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں، غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا)

یہ بھی نص ہے کہ وہ غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے اس کے جسے وہ رسول کے طور پر پسند کرے۔

اور فرمایا:

"وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ" (آل عمران: 179)
(اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے)

اور فرمایا:

"عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا" (الحج: 26)
(وہ غیب کا جاننے والا ہے، اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا)

سوائے اس کے جسے اس نے رسول کے طور پر چن لیا۔

"وما كان الله ليطلعكم على الغيب" (آل عمران: 179)
(اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے)

اور فرمایا:

"عالم الغيب فلا يظہر علی غيبه أحدًا" (الجن: 26)
(وہ غیب کا جاننے والا ہے، اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا)

سوائے اس کے جسے اس نے رسول کے طور پر چن لیا۔

اور فرمایا:

"وما كان الله ليطلعك على الغيب" (آل عمران: 179)
(اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع کرے)

اور فرمایا:

"وما أدریک ما یوم الدین" (الانفطار: 17)
(اور تمہیں کیا معلوم کہ روزِ دین کیا ہے)

اور فرمایا:

"ما کان لیأخذ أحناہ فی دین الملک إلا أن یشاء اللہ" (یوسف: 76)

(وہ اپنے بھائی کو بادشاہ کے فتانوں کے مطابق قید میں نہیں رکھ سکتا تھا، مگر یہ کہ اللہ چاہے)

اور فرمایا:

"ماکان لیاخذ آحناہ فی دین الملک" (یوسف: 76)

اور فرمایا:

"ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ" (آل عمران: 44)
(یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں)

اور اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں۔

تو ہمارے رب تبارک و تعالیٰ نے یہ سب کچھ ایک بار فرمایا اور اسے بار بار ثابت کیا، تاکہ اس میں کوئی شک نہ رہے۔

تو ہر ایک کے لیے حق ہے اور ہر ایک پر ایمان لازم ہے۔

اور جو کسی ایک چیز کا انکار کرے، اس نے کفر کیا قرآن کے مطابق۔

تو جو شخص مطلقاً کفر کرے، اور دلیل کے بغیر کرے، اس نے کفر کیا۔

پس جس نے آیات احکام کا انکار کیا، اور دلیل کے بغیر کیا، تو وہ کافر ہے۔

اور مومن ان سب پر ایمان لاتا ہے۔

اور راستے الگ نہیں ہوتے۔

بالکل، ذیل میں صفحہ 61 کا لفظ بہ لفظ ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے:

قُثِبَتْ أَنَّ الْعِلْمَ الَّذِي يَتَّهَلُّ الْاِخْتِصَاصَ بِهِ تَعَالَى
تو ثابت ہو گیا کہ وہ علم جس کا اللہ تعالیٰ سے خاص ہونا حق
ہے،

لَيْسَ إِلَّا الْعِلْمُ الذَّاتِيُّ وَالْعِلْمُ الْمَطْلُوقُ التَّفْصِيلِيُّ الْحَيْطُ بِجَمِيعِ الْمَعْلُومَاتِ الْإِلَهِيَّةِ
بالاستغراقِ الحَقِيقِيِّ
وہ صرف ذاتی علم ہے اور ایسا مطلق تفصیلی علم ہے جو تمام
الہی معلومات کو حقیقی طور پر گھیرے ہوئے ہے،

فَهِيَ الْمُرَادَاتُ فِي آيَاتِ الْغَيْبِ
تو یہی دونوں مراد ہیں آیات غیب میں،

وَأَنَّ الْعِلْمَ الَّذِي يَصْحُحُ إِسْنَادُهُ لِلْعِبَادِ هُوَ الْعِلْمُ الْعَطَائِيُّ
اور وہ علم جو بندوں کی طرف نسبت دینا درست ہے، وہ
عطا کردہ علم ہے

سواء كان العلم المطلق الإجمالي أو مطلق العلم التفصيلي والمدح إنما
يقع بهذا
چاہے وہ اجمالی مطلق علم ہو یا تفصیلی مطلق علم، اور اللہ
نے بندوں کی مدح اسی علم کے ساتھ کی ہے،

وَقَدْ مَدَحَ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ
اور اللہ نے اپنے بندوں کی اسی سے تعریف کی ہے۔

فَقَالَ: "يُؤْكَلُونَ عَنْهُ مَنْ أَكَلَ" (الذاریات: 8)
تو فرمایا: "اس سے وہی پھرتے ہیں جو پھیرا گیا"

وَقَالَ: "وَرَفَعْنَاهُ فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ" (یوسف: 76)
اور فرمایا: "اور ہم نے ہر علم والے سے بلند تر عالم کو بلند
کیا"

وقال: "وَعَلَّمَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا" (الکہف: 65)
اور فرمایا: "اور ہم نے اسے اپنے پاس سے علم سکھایا"

وقال: "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ يَكُنْ تَعْلَمُ" (النساء: 113)

اور فرمایا: "اور سکھایا تجھے وہ جو تو نہیں جانتا تھا"

إلى غير ذلك من آيات كثيرة، فهو المراد في آيات
الإشبات

اور اس جیسی بہت سی آیات ہیں، تو وہی مراد ہیں ان آیات
اشبات میں۔

فهذا هو المحمل الحق الذي لا محيد عنه
تو یہی وہ سچا مطلب ہے جس سے ہٹنے کی گنجائش نہیں ہے،

ولا مكان لغيره
اور نہ ہی اس کے سوا کسی دوسرے احتمال کی گنجائش ہے۔

فخلاصة هذا البحث

تو اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے:

أن الله أطلع نبيه على الغيب ما شاء ومتى شاء وتدره ما شاء
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر
مطلع فرمایا، جتنا چاہا، جب چاہا، اور جیسا چاہا۔

فنبيننا يعلم من الغيب ما شاء ربُّه ومتى شاء وتدره ما شاء
تو ہمارے نبی غیب میں سے وہی جانتے ہیں جو ان کا رب
چاہے، جب چاہے اور جیسے چاہے۔

الأحاديث:

احاديث:

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ الَّتِي تَدُلُّ عَلَى اِطْلَاعِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْغَيْبِ،

اور وہ احادیث جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر مطلع کیا،

فمنها: "عن طارق بن شهاب قال: سمعتُ عمرَ بن الخطاب رضي الله عنه يقول: تمام فينا النبيُّ صلى الله عليه وسلم مفتاءً فأخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل أهل الجنة منازلهم، وأهل النار منازلهم" ان میں سے ایک یہ ہے: طارق بن شہاب سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور تخلیق کے آغاز سے جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک ہمیں خبر دی۔

حوالے:

1. (یعنی نہ کم کرے، نہ بڑھائے، نہ چھپائے)
2. الدوة الملكية بالمادة الغيبية، للإمام أحمد رضا خان ص: 41، مکتبۃ المدینہ، کراچی
3. صحیح البخاری، 3275، کتاب التفسیر، حدیث: 3192

1- مجھے دنیا اور آخرت کے معاملے میں جو کچھ ہے وہ عرض کرو۔

2- تو ہمیں بتاؤ جو ہوا بھتا اور جو ہونے والا ہے تاکہ ہم محفوظ رہیں۔

3- بے شک اللہ نے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا یہاں تک کہ میں اس کے مشرق اور مغرب دیکھ چکا ہوں۔

4- تمام چیزیں میرے لیے کھل گئیں اور میں جان گیا۔

ترمذی نے کہا: یہ صحیح حدیث ہے، میں نے محمد بن اسماعیل سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا صحیح ہے۔

علامہ القطلانی نے کہا: الطبرانی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے لیے اٹھا دیا ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں ہے قیامت کے دن تک دیکھتا ہوں گویا میں اسے اپنی مٹھی کی طرح دیکھ رہا ہوں۔

علاء الدین علی المتقی نے نقل کیا: بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے لیے اٹھا دیا ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت کے دن تک ہوگا دونوں کو دیکھ رہا ہوں گویا میں انہیں اپنی دونوں مٹھیوں کی طرح دیکھ رہا ہوں۔

اللہ کا جلال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے پر ویسا ہی ہے جیسا کہ نبیوں پر قبل ازیں تھا۔

(نیچے احادیث کے حوالے اور تشریحات ہیں)

7- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت اور قیامت کو اس مقصد کے لیے کھولا کہ تم اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکو، اور تمہیں تھوڑا بہت پتہ ہو، لیکن میں تمہیں بہت زیادہ بتا دیتا اگر تم جانتے۔

8- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ مجھے دیکھتے ہو؟ کہہ دو اللہ جو تمہیں ڈرنا چاہیے وہ تمہارے لیے چھپا کر رکھے گا، اور جو دکھا دے گا وہ تمہارے لیے اظہر (ظاہر) ہے۔

9- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ تم مجھے دیکھتے ہو۔

10- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آدمی فلان ہے۔ (اور پھر اپنی ہاتھ زمین پر رکھے)۔

پھر انہوں نے فرمایا: جب کوئی ایک نے اپنی جگہ چھوڑ دی، یعنی اس نے مجھے چھوڑا، تو ایک نے دوسرے کے بارے میں کہا۔

اساتذہ کے اقوال جو اللہ کی غیب سے خبر دینے کو ظاہر کرتے ہیں:

1- علامہ محمود الالوسی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک دین کا علم اسی وقت تک آتا رہا جب تک کہ ہر چیز ان کے علم میں نہ آگئی۔

2- سید عبد العزیز الدباغ نے فرمایا: پانچ معاملات کی خبر کیسے چھپائی جاتی ہے؟ (النبی صلی اللہ علیہ وسلم) (صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو)۔

1۔ اور فقط وہی اہل تصرف ہیں جو اللہ کی امت میں ہیں، جن کے لیے صرف یہ پانچ چیزیں قابلِ معرفت ہیں۔

2۔ امام جلال الدین السيوطي نے فرمایا کہ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پانچ چیزوں کا علم تھا: وقت قیامت، علم روح، اور یہ کہ وہ حکم دیتے ہیں تو وہ یقینی ہے۔

3۔ علامہ المٹاوی نے فرمایا: یہ پانچ چیزیں صرف اللہ کو معلوم ہیں جو تمام احاطہ اور فراخ دلی کے حامل ہیں۔

4۔ احمد شہاب الدین الخطابی نے کہا کہ بندہ اللہ کے گناہوں کو مٹانے کے لیے سب کچھ دیکھے گا، کیونکہ مؤمن کی نظر اللہ کے نور پر ہوتی ہے، تو اسے حیرت نہیں ہوتی۔

5۔ القاضي الشوكاني نے کہا: اگر تم کہتے ہو کہ اللہ نے کچھ چُنا ہوا ہے جو اس کے رسول کو ظاہر کیا، جو دوسروں سے پوشیدہ ہے، تو ہاں یہ بات صحیح ہے۔

6۔ پھر انہوں نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر غیب کی بات معلوم نہیں تھی، بلکہ وہ جس چیز کے بارے میں جانتے تھے، وہ اللہ نے انہیں عطا کی تھی۔

نیچے مختلف احادیث اور کتب کے حوالے دیے گئے ہیں۔

امام ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: نبی ﷺ کو ایسی وصف دی گئی ہے جس سے آپ کو وہ سب کچھ معلوم ہوتا ہے جو غیب میں ہے اور آپ کو وہ سب معلوم ہوتا ہے جو محفوظ لوح میں ہے۔

امام محمد الغزالی نے فرمایا: نبی ﷺ کو ایک وصف دی گئی ہے جس سے آپ کو غیب میں موجود چیزوں کا علم ہوتا ہے، چاہے وہ نیند میں ہو یا بیداری میں، اور جب آپ محفوظ لوح کو دیکھتے ہیں تو جو کچھ وہاں ہے وہ آپ پر ظاہر ہوتا ہے۔

القاضی عیاض نے فرمایا: جسے اللہ نے غیب اور جو کچھ غیب میں ہے، اس کی خبر دی ہو اور یاد دلایا ہو، وہ اس دروازے کو مجبھہ یا یاد کردہ کہلاتا ہے۔

سوال: کیا نبی ﷺ کو اللہ نے کوئی اختیار یا انتخاب دیا تھا؟

جواب: کسی عالم کا بغیر اللہ کے اذن اور مرضی کے کچھ کرنا ممکن نہیں، حتیٰ کہ کوئی انسان بدلہ یا سزا بھی نہیں دے سکتا، اللہ کے اذن کے بغیر۔ جیسے کہ موت کا واقعہ ہے؛ ہم انسان کو موت دہندہ نہیں کہتے بلکہ اللہ کے حکم سے موت آتی ہے۔ انسان مرنے کے بعد ان کے عمل کے حساب سے حساب کتاب ہوتا ہے۔

اسی طرح کسی کو بغیر اللہ کے اذن کے زندہ کرنا ممکن نہیں، لیکن اللہ کی مدد اور توفیق سے یہ کام ممکن ہوا، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے زندہ کیا۔

نیچے متعلقہ احادیث اور آیات کے حوالے دیے گئے ہیں۔

اسی طرح کوئی بھی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا بغیر اللہ کے اذن کے، اور نہ کوئی کسی کو موت دے سکتا ہے اگر اللہ اس کی موت چاہے۔

اور جو چاہے وہ پیدا کرتا ہے، چاہے اس کے پیدا کرنے کا وقت آئے یا نہ آئے۔

قرآن میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ارشاد ہوا کہ میں محمد ﷺ کا رسول ہوں جو آپ کے رب کی طرف سے ہے، وہ پاک ہے، نہ جانے بغیر تمہیں اس کے علم کی کوئی چیز۔

اگر تم نے یہ جان لیا کہ اللہ نے لوگوں کو مختلف صفات دی ہیں، تو وہ ہزاروں میں سے ہیں، اور یہ سب اللہ کے قانون کے مطابق ہے۔ یہ صفات خدا کے مکمل صفات کے مقابلے میں کوئی کمال نہیں ہیں۔

پس اگر ہم اللہ کی نعمتوں کو پہچانیں اور تسلیم کریں تو یہ جاننا چاہیے کہ نبی ﷺ کو اللہ نے جو صفات دی ہیں، وہ ایسی ہیں جو کوئی دوسرا اللہ کے نزدیک نہیں رکھتا، اور کوئی ان صفات کو تمیز نہیں کر سکتا جیسے نبی ﷺ کر سکتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنے نبی ﷺ کے لیے زیادہ انتخاب دیا ہے اور انہوں نے بہت کچھ اختیارات دیے ہیں جو عام لوگ نہیں جان سکتے۔

اللہ کی احبازت کے بغیر نبی ﷺ کچھ نہیں کر سکتے، جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

ہم نے نبیوں کے کام کو مخصوص کیا ہے تاکہ جان لو کہ کوئی نبی اللہ کے فرمان کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔
اللہ کے حکم کے بغیر نبی ﷺ کوئی کام انجام نہیں دے سکتے، اور اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ہر چیز کی احبازت دی ہے۔

اور نبی ﷺ نے تمام چیزوں کو حرام اور حلال کیا، جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ نے ان کے دلوں میں نیکی اور حرام چیز کے بارے میں حکم دیا۔

اسی طرح کوئی بھی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا بغیر اللہ کے اذن کے، اور نہ کوئی کسی کو موت دے سکتا ہے اگر اللہ اس کی موت چاہے۔

اور جو چاہے وہ پیدا کرتا ہے، چاہے اس کے پیدا کرنے کا وقت آئے یا نہ آئے۔

قرآن میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ارشاد ہوا کہ میں محمد ﷺ کا رسول ہوں جو آپ کے رب کی طرف سے ہے، وہ پاک ہے، نہ جانے بغیر تمہیں اس کے علم کی کوئی چیز۔

اگر تم نے یہ جان لیا کہ اللہ نے لوگوں کو مختلف صفات دی ہیں، تو وہ ہزاروں میں سے ہیں، اور یہ سب اللہ کے فتانون کے مطابق ہے۔ یہ صفات خدا کے مکمل صفات کے مقابلے میں کوئی کمال نہیں ہیں۔

پس اگر ہم اللہ کی نعمتوں کو پہچانیں اور تسلیم کریں تو یہ جاننا چاہیے کہ نبی ﷺ کو اللہ نے جو صفات دی ہیں، وہ ایسی ہیں جو کوئی دوسرا اللہ کے نزدیک نہیں رکھتا، اور کوئی ان صفات کو تمیز نہیں کر سکتا جیسے نبی ﷺ کر سکتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنے نبی ﷺ کے لیے زیادہ انتخاب دیا ہے اور انہوں نے بہت کچھ اختیارات دیے ہیں جو عام لوگ نہیں جان سکتے۔

اللہ کی احبازت کے بغیر نبی ﷺ کچھ نہیں کر سکتے، جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ہم نے نبیوں کے کام کو مخصوص کیا ہے تاکہ جان لو کہ کوئی نبی اللہ کے فرمان کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ کے حکم کے بغیر نبی ﷺ کوئی کام انجام نہیں دے سکتے، اور اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ہر چیز کی احبازت دی ہے۔

اور نبی ﷺ نے تمام چیزوں کو حرام اور حلال کیا، جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ نے ان کے دلوں میں نیکی اور حرام چیز کے بارے میں حکم دیا۔

حبان چاہیے کہ نبی ﷺ کو اللہ نے جو صفات دی ہیں، وہ ایسی ہیں جو کوئی دوسرا اللہ کے نزدیک نہیں رکھتا، اور کوئی ان صفات کو تمیز نہیں کر سکتا جیسے نبی ﷺ کر سکتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں اپنے نبی ﷺ کے لیے زیادہ انتخاب دیا ہے اور انہوں نے بہت کچھ اختیارات دیے ہیں جو عام لوگ نہیں حبان سکتے۔

اللہ کی احبازت کے بغیر نبی ﷺ کچھ نہیں کر سکتے، جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ہم نے نبیوں کے کام کو مخصوص کیا ہے تاکہ حبان لو کہ کوئی نبی اللہ کے فرمان کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ کے حکم کے بغیر نبی ﷺ کوئی کام انجام نہیں دے سکتے، اور اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ہر چیز کی احبازت دی ہے۔

اور نبی ﷺ نے تمام چیزوں کو حرام اور حلال کیا، جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ نے ان کے دلوں میں نیکی اور حرام چیز کے بارے میں حکم دیا۔

لہذا ہمیں چاہیے کہ نبی ﷺ کی جانب سے دی گئی ہدایات اور حدود کا احترام کریں۔ اور جو چیز نبی ﷺ نے حرام کی ہے، وہ اللہ کی ممانعت کا بہترین نمونہ ہے۔

نیچے حدیث کے حوالے دیے گئے ہیں جنہیں احمد، ترمذی اور ابن ماحب نے روایت کیا ہے۔

یہ رہا صفحہ 67 کا مکمل اردو لفظی ترجمہ (عربی عبارت کے بغیر):

• نبی ﷺ نے فرمایا: "بیشک ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے۔"
• اور نبی ﷺ کے اختیار میں یہ بھی تھا کہ وہ تین نمازیں ترک کر دیتے تھے۔

• مسند احمد میں روایت ہے کہ نبی ﷺ کو بیان کیا گیا کہ آیا رسول ﷺ تین نمازیں نہیں ادا کرتے؟ آپ نے جواب دیا: نہیں۔

• نبی ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں وہ شخص داخل کیا جائے گا جسے چاہا جائے۔

• ربیعہ بن کعب الأسدی نے کہا: "میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا، تو میں نے ان کی وضو اور حاجت دیکھی، میں نے پوچھا: کیا میں جنت میں تمہارے ساتھ چلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، یا نہیں۔" پھر کہا: "وہ زیادہ سب سے کرتے تھے۔"

• نبی ﷺ کی خاصیت یہ تھی کہ وہ جو چاہیں احکام سے متعلق اختیار رکھتے تھے، جیسا کہ حنزیمہ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے۔

• عمارت بن حنزیمہ نے بیان کیا کہ حنزیمہ بن ثابت نے ایک گھوڑا خریدا، اس کی گواہی کا پوچھا گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے پاس گواہی نہیں ہے اور تم اس کے ساتھ نہیں ہو۔"

• حنزیمہ نے کہا: "میں تمہیں گواہی دیتا ہوں کہ تم جنت کے لیے تیار ہو اور تمہیں سکھایا گیا ہے کہ کچھ نہ کہو جب تک کوئی گواہی نہ دے۔"

• رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو بھی حنزیمہ کے حق میں گواہی دے یا اس کی گواہی دی جائے۔"

یہ رہا صفحہ نمبر 68 کا مکمل اردو لفظی ترجمہ (عربی عبارت کے بغیر):

اور اس میں اس کے بارے میں احبازت ہے کہ وہ نرمی برقی جائے، جیسا کہ اُم عطیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "یہ آیت نازل ہوئی تھی: 'اے نبی! تمہیں احبازت نہیں کہ جو لوگ اللہ پر شرک کرتے ہیں تمہارے قریب آئیں...!'" (الممتحنہ: 12)۔

تو اُم عطیہ نے کہا: "اے رسول اللہ! کیا یہ احبازت ہے؟ کیونکہ وہ لوگ جاہلیت میں بھی میرے گھروں کے ساتھ بد سلوکی کرتے تھے، کیا میں ان میں سے کسی کو خوش کر دوں؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، میں تمہارے حساندان کے سوا کسی اور کو خوش نہیں کروں گا۔"

اسی طرح اسماء بنت عمیس کے بارے میں ترک الاحداد (رواج چھوڑنا) کی بات بھی وارد ہوئی ہے، جیسا کہ وہ خود کہتی ہیں: "جب جعفر ابن ابی طالب ہمارے نبی ﷺ کے پاس آئے تو میں نے تین بار کہا: 'کیا میں تم سے خطاب کر سکتی ہوں؟' آپ نے فرمایا: 'بولو، پھر میں سنوں گی۔'" اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی اختیارات اور فضل عطا کیا ہے۔

(حوالہ بات: صحیح مسلم، صحیح البخاری، مسند احمد، اور دیگر)

سوال:

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن پر عمل کرنا چاہیے، حدیث پر نہیں، یا کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث دونوں پر عمل کرنا چاہیے، لیکن دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ صرف صالح سلف کی اتباع ضروری ہے، نہ کہ صرف قرآن حدیث کی۔ تو اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب:

صالح سلف وہ ہیں جو پہلی نسلیں ہیں، جن میں صحابہ تابعین، اور ان کے بعد کے نیک لوگ شامل ہیں۔ یہ لوگ اپنی نیکی کی وجہ سے باقی سے افضل اور نمایاں تھے۔ اور صالح سلف کا اطلاق خاص طور پر انہی مندرجہ ذیل احباب سے ہے، خاص طور پر صحابہ اور تابعین پر، اور ہر جماعت میں بعد کے لوگ پہلے لوگوں سے افضل ہوتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم سلف کی اتباع کریں اور قرآن اور سنت کی نصوص کے مطابق عمل کریں۔

۱۔ قرآن پر صحابہ کی اتباع مندرجہ ذیل ہے کیونکہ اللہ ان پر راضی تھے اور ان کی راہ اختیار کرنے پر تاکید فرمائی گئی ہے، اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو دردناک عذاب کی سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور جو رسول کی مخالفت کریں اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت واضح ہو چکی ہو، وعدہ ناپسندیدہ انجام کے سوا کچھ نہیں ہے۔" (النساء: 115)

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ مراد وہ ہیں جو قرآن و سنت سے ہٹ کر راستہ اختیار کرتے ہیں اور عمل و عقیدہ کے معاملے میں ان کو مخالفت کرتے ہیں۔ اللہ نے منع کیا ہے کہ اہل ایمان رسول کی مخالفت کریں اور ان کی راہ پر عمل کریں۔

یقیناً یہ صفحہ نمبر 70 ہے، نہ کہ 66، اور اس میں
 مترآن مجید کی آیات کے تحت صحابہ کرام رضوان اللہ
 علیہم اجمعین کی اتباع اور ان کی فضیلت پر گفتگو ہے۔ ذیل
 میں اس صفحے کا اردو لفظی ترجمہ (عربی عبارت کے بغیر)
 پیش کیا جا رہا ہے:

اور اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی
 طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔
 یہ بہتر اور انخام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

یہ واضح دلیل ہے کہ جس کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ
 عنہم تھے وہی ہدایت اور حق پر تھا۔ تو جو بھی ان کی پیروی کرے گا وہ
 ہدایت یافتہ ہے اور سیدھے راستے پر ہے۔ پس صحابہ ہی
 وہ لوگ ہیں جن کی پیروی کرنے کا مترآن نے حکم دیا، اور پھر
 ان کے بعد آنے والوں نے ان کی پیروی کی۔

فرمادیجیے: یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف
 بلاتا ہوں پورے یقین پر، میں بھی اور وہ بھی جنہوں نے میری
 پیروی کی، اور اللہ پاک ہے، اور میں شرک کرنے والوں
 میں سے نہیں ہوں۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے پہلے نبی کریم صلی
 اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں، وہ بھی اللہ کی طرف یقین
 کے ساتھ بلاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی رضا مندی اور جنت کا وعدہ فرمایا، اور فرمایا: محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں، تم انہیں رکوع و سجدے کرتے دیکھو گے، وہ اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں، ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدے کے اثر سے ظاہر ہے، یہ ان کی مثال ہے تورات میں، اور انجیل میں ان کی مثال اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونسل نکالی، پھر اسے طاقت دی، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کاشتکاروں کو وہ اچھی لگتی ہے تاکہ ان سے کفار جلیں، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، مغفرت اور بڑا اجر وعدہ فرمایا ہے۔

اور فرمایا: اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، اور اس نے ان کے لیے باغ تیار کیے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اللہ نے اپنے رسول پر سکون نازل فرمایا، اور مؤمنین پر، اور ان پر تقویٰ کی بات کو لازم کر دیا، اور وہ اس کے زیادہ حق دار اور اہل تھے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

یہ مکتبہ مکمل صفحہ 70 کا لفظی ترجمہ۔ اگر کسی اور صفحے کا ترجمہ درکار ہو تو بتائیں۔

یقیناً، درج ذیل صفحہ (صفحہ نمبر 71) کا لفظی اردو ترجمہ پیش خدمت ہے (صرف مستن کا ترجمہ، عربی عبارت شامل نہیں):

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو ترجیح دینا، چنانچہ آپ نے فرمایا: ”سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر ان کے بعد والے، پھر ان کے بعد والے۔“

یہ آیات اور احادیث اس پر واضح دلیل ہیں کہ وہ ہدایت اور خیر پر تھے، اور وہ اقتداء اور اتباع کے لائق ہیں۔ اور جو ان کے فہم کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف جائے، وہ بدعتی ہے۔ اگرچہ وہ اقوال کے ظاہر کو ہی کیوں نہ ہتھے۔ حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ: ”حدیث فقہ کی طرف لے جانے والی ہو۔“

اور امام ابن ابی زید موطائی نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ: مراد یہ ہے کہ ان کے علاوہ کسی اور کا قول ظاہر پر ہو سکتا ہے اور اس کی تاویل بھی کی جا سکتی ہے، یا اس پر کوئی دلیل مخفی ہو سکتی ہے، یا وہ منسوخ ہو چکی ہو، یا ترک کرنا واجب ہو، تو بغیر علم کے کسی چیز کو اختیار نہ کیا جائے مگر جس کے ساتھ استخارہ (تحقیق) اور فقہ (سمجھ بوجھ) ہو۔

اور امام ابن وہب کا قول ہے: ”ہر صاحب حدیث جو فقہ (سمجھ) نہیں رکھتا، اس کے لیے امام نہیں ہے، اور وہ گمراہ ہے، اگرچہ ہم اس کی بہت سی باتیں مقبول کریں۔“

اور صحابہ کرام اور تابعین رحمہم اللہ جب کسی عمل کو چھوڑ دیتے، تو وہ دلیل ہوتا، کیونکہ وہ اس کو جانتے تھے، اور اگر وہ نہ جانتے ہوتے تو تحقیق کر لیتے۔ پس ان کا محض چھوڑ دینا دلیل ہے، خود اس ترک کے فعل پر، نہ کہ اس وجہ سے کہ ترک ہی افضل ہوتا ہے اس حدیث کے مقابلے میں۔

بغیر علم کے کسی چیز کو اختیار نہ کیا جائے مگر جس کے ساتھ استخارہ (تحقیق) اور فقہ (سمجھ بوجھ) ہو۔

اور امام ابن وہب کا قول ہے: ”ہر صاحب حدیث جو فقہ (سمجھ) نہیں رکھتا، اس کے لیے امام نہیں ہے، اور وہ گمراہ ہے، اگرچہ ہم اس کی بہت سی باتیں قبول کریں۔“

اور صحابہ کرام اور تابعین رحمہم اللہ جب کسی عمل کو چھوڑ دیتے، تو وہ دلیل ہوتا، کیونکہ وہ اس کو جانتے تھے، اور اگر وہ نہ جانتے ہوتے تو تحقیق کر لیتے۔ پس ان کا محض چھوڑ دینا دلیل ہے، خود اس ترک کے فعل پر، نہ کہ اس وجہ سے کہ ترک ہی افضل ہوتا ہے اس حدیث کے مقابلے میں۔

پس ممکن نہیں کہ وہ کسی صحیح حدیث کے ترک پر متفق ہو جائیں، اور نہ ہی وہ کسی خطا پر جمع ہو سکتے ہیں۔ اور ابن ابی زید نے فرمایا: ”اجماع کی صورت میں، نہ کوئی اس کے مقابلے میں رائے دے سکتا ہے، نہ قیاس چلا سکتا ہے، اور نہ ہی اس کا کوئی جواب دیا جاسکتا ہے، اور جو کچھ سلف سے منقول ہے وہی متابل اتباع ہے۔“

درس نظامی یوٹیوب چینل | درس نظامی کتب فقط

ٹیلی گرام چینل | آل ورلڈ درس نظامی اساتذہ و طلباء کرام

وٹس ایپ چینل (الحمد للہ عزوجل)

درج ذیل صفحہ نمبر 72 کا لفظی اردو ترجمہ (صرف مستی حصہ،
عربی عبارات کے بغیر) پیش خدمت ہے:

دعاؤں کی درخواست | ہمارے چسپنرز کا خیال رکھیے

گا

نیک لوگوں کو توفیق دی، اور جو اس سے عمل لیا، اور جو ہم
نے ترک کیا اور جس پر ہم کو چھوڑا، ہم اپنے نفس کو اس سے
بری کرتے ہیں، اور ہم ان سے براءت کرتے ہیں جن کی بدعت ظاہر
ہو گئی، اور ان لوگوں کی پیروی نہیں کرتے جن سے منع کیا گیا، اور
ان لوگوں کے طریقے پر چلتے ہیں جن کے متعلق اختلاف
کیا گیا، جن کے بارے میں متضاد باتیں اور اقوال پائے گئے۔

اور مجلس ہے نیک سلف صالحین کی پیروی کی، اور وہی
فتراء ہیں، جنہوں نے تاویل کی اور استنباط کیا، جو انہوں نے
کشف و شہود سے پایا۔ اور اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو
سکھایا کہ وہ ہدایت کی دعا کریں سیدھے راستے کی طرف،
وہی جن پر انعام ہوا، اور وہ انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین
ہیں۔ تو اللہ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم یوں دعا کریں:

(ہدایت دے ہمیں سیدھے راستے کی طرف)

اور ان پر انعام پانے والوں کو بیان کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے قول
میں:

(وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام فرمایا، نبیوں، صدیقوں،
شہیدوں اور صالحین میں سے۔)

اللہ ہمیں اور تمہیں قرآن و سنت پر عمل کی توفیق دے، اور
سلف صالحین کی پیروی کی، اور ہمیں گمراہوں کے راستے سے
بچائے۔ آمین، اے تمام جہانوں کے رب۔

السواد الاعظم

خصوصیات

• تحقیقی و مستند مواد • شرعی مسائل کا حل • سوال جواب | حوالہ جات • بحث و مباحثہ | اختلاف رائے • اپڈیٹ
تنظیم | کنزالمدرس • اپڈیٹ علماء مشائخ | طلباء • اپڈیٹ فتاویٰ جات | جدید مسائل • درسی عبارت پر گفتگو صرفی |
نحوی مکالمہ • مزاح کرنا سنت ہے اخلاقی | پوسٹ • درسی و مطالعاتی کتب کا سینڈ کرنا • مفید معلوماتی ویڈیوز اور لنکس
Links سینڈ کرنا جن کا تعلق علماء کرام تک پہنچانا ضروری ہو (لا حرج فیہا)

گزارشات

« سیاسی پوسٹ و حکومتی اداروں پر گفتگو کرنا مکمل اجتناب
ذاتی ویڈیوز | اشتہارات | پینا فلیکس | لنکس (links) وغیرہ فقط طلب کیے جانے پر سینڈ فرمائیں

سنجیدہ و خواہش مند علماء کرام ایڈ ہونے کے لیے ان نمبرز پر اپنی CV (معلومات) سینڈ فرمائیں
« نام؟ » « شہر؟ » « فراغت سن؟ » « فراغت جامعہ نام؟ » « منصب و مصروفیت؟ » « آپ کس کے مرید ہیں؟ »
نوٹ: دروہ الحدیث کے طلباء کو بھی ایڈ ہونے کی اجازت نہیں ہے

مولانا اظہر مدنی (لاہور)
+92 346 4094058

مولانا شہباز مدنی (خانپور)
+92 306 5225530

مولانا شاہزیب مدنی (راولپنڈی)
+92 311 5434031

مولانا شاہد ناصر مدنی (لاہور)
+92 323 8445646

مولانا صفدر مدنی (خانپور)
+92 302 7865675

مولانا ناصر مدنی (RYK)
+92 311 6344075

مولانا وسیم رضا (لاہور)
+92 304 4275379

مولانا مزمل شفیق مدنی (گجرانوالہ)
+968 9124 4740

مولانا فیض عربی (فتح پور کمال)
+92 305 7875139